پندرہ روزہ

احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے

پیغامِ صُلح لاہور

فون نمبر: 5863260 5862956 مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532

Email: centralanjuman@yahoo.com قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 100 | 20 جمادی الثانی تا 20 رجب 1434 ہجری یکم مئی تا 31 مئی 2013ء | شمارہ نمبر 10-9

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صرف اِقرار کافی نہیں عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین کرنا چاہیے

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آزمائشوں کا سلسلہ رکھا ہے تا اس ذریعہ سے مومن کا امتحان لے

''میں نصیحت کرتا ہوں کہ جو تعلق مجھ سے پیدا کیا ہے (خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے) اس کو بڑھانے اور مضبوط کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہیں لیکن یاد رہے کہ صرف اقرار ہی کافی نہیں جب تک عملی رنگ سے اپنے آپ کو رنگین نہ کیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یعنی کیا انسانوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم امنا ہی کہہ کر چھٹکارا پالیں گے اور کیا وہ آزمائش میں نہ ڈالے جائیں گے''۔ سو اصل مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اسی لئے ہے کہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ آیا ایمان لانے والے نے دین کو ابھی دنیا پر مقدم کیا ہے یا نہیں۔ آج کل اس زمانہ میں جب لوگ خدا تعالیٰ کو اپنے مصالح کے خلاف پاتے ہیں یا بعض جگہ حکام سے ان کو کچھ خطرہ ہوتا ہے تو وہ خدا کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگ بے ایمان ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ فی الواقعہ خدا ہی قدرِ مطلق ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ بہت دشوار گذار ہے اور یہ بالکل سچ ہے کہ جب تک انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی کھال اپنے ہاتھ سے نہ اتارے تب تک وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مقبول نہیں ہوتا۔

ہمارے نزدیک بھی ایک بے وفا نوکر کسی قدر و منزلت کے قابل نہیں۔ جو نوکر صدق اور وفا نہیں دکھلاتا وہ کبھی قبولیت نہیں پاتا۔ اسی طرح جناب الٰہی میں وہ شخص پرلے درجے کا بے ادب ہے جو چند روزہ دنیوی منافع پر نگاہ رکھ کر خدا تعالیٰ کو چھوڑتا ہے''۔ (ملفوظات جلد ہفتم ص ۲۹)

ظہورِ مجدّد

سوا ے مسلمانو! اِس عاجز کا ظہور ساحرانہ تاریکیوں کے اُٹھانے کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک معجزہ ہے۔ اے دانشمندو! تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لئے خاص کر کے بغرضِ اعلائے کلمہ اسلام و اشاعتِ نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کے لئے اور نیز اُن کی اندرونی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔ تعجب تو اس بات میں ہوتا کہ وہ خدا جو حامی دینِ اسلام ہے جس نے وعدہ کیا تھا کہ ہمیشہ تعلیمِ قرآنی کا نگہبان رہوں گا اور اسے سرد اور بے رونق اور بے نور ہونے نہیں دوں گا۔ وہ اِس تاریکی کو دیکھ کر اور اندرونی اور بیرونی فسادوں پر نظر ڈال کر چُپ رہتا اپنے اُس وعدہ کو یاد نہ کرتا جس کو اپنے کلامِ میں مؤکد طور پر بیان کر چکا تھا۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر تعجب کی جگہ تھی تو یہ تھی کہ اس پاک رسول صلعم کی یہ صاف اور کھلی کھلی پیشگوئی خطا جاتی جس میں فرمایا گیا تھا کہ **''ہر ایک صدی کے سر پر خدا تعالیٰ ایک ایسے بندے کو پیدا کرتا رہے گا جو اس دین کی تجدید کرے گا''** سو یہ تعجب کا مقام نہیں بلکہ ہزار در ہزار شکر مقام اور ایمان اور یقین کے بڑھانے کا وقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدے کو پورا کر دیا اور اپنے رسول کی پیشگوئی میں ایک منٹ کا بھی فرق پڑنے نہیں دیا اور نہ صرف اس پیشگوئی کو پورا کر کے دکھلایا بلکہ آئندہ کے لئے بھی ہزاروں پیشگوئیوں اور خوارق کا دروازہ کھول دیا۔

(فتح اسلام، صفحہ 7، 8)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بعثت کی غرض قرآن مجید اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا قیام اور اسلام کا دفاع تھا

اللہ سے ہمکلامی اور پیشگوئیوں کے لئے صوفیا اور اولیاء کی اصطلاحات کو مخالفین نے بگاڑ کر اسلام کے لئے بانی سلسلہ احمدیہ کے موثر علم کلام اور دفاع اسلام کے لئے خدمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے

فرمودہ: حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ترجمہ: ''اور اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ یہ کتاب اس میں کوئی شک نہیں، متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں'' (سورۃ بقرۃ ۲: ۱۔۶)۔

یہ سورۃ بقرہ کی پہلی پانچ آیات ہیں۔ آج کا خطبہ میرے باقی خطبات سے جن میں وعظ و نصیحت اور نیکی کے کاموں کی تحریک اور دین کے لئے جوش اور قربانی پیدا کرنے پر زور ہوتا ہے، ذرا مختلف ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں دین اسلام کے لئے جو درد اور تڑپ پیدا کی ہے اس کا بطور خاص میں ذکر کرنا چاہوں گا۔ گذشتہ سالانہ دعائیہ پر ہم نے بانی سلسلہ احمدیہ کی صد سالہ برسی کے سلسلہ میں اس عظیم مجدد دین کے کارناموں کا ذکر کیا تھا۔ جس نے دنیا میں مظلوم اسلام کے روحانی پیکر کو دلائل، براہین اور زندہ خدا کے نشانات کے ساتھ دیگر ادیان پر غالب کر کے دکھایا۔ لیکن ہمیں آج یہ سوچنا ہے کہ ہم سب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب جو قادیان میں پیدا ہوئے اور اس وجہ سے قادیانی کا لفظ ان کے نام کا جزو بن گیا، ان کو ہم زمانے کا مجدد مانتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ مسیح موعود بھی تھے جس کا ذکر احادیث میں آیا ہے اور جنہوں نے عیسائیت کے حملوں کے خلاف اسلام کا دفاع کیا۔ اور بحیثیت مہدی کے جنہوں نے مسلمانوں میں دین کی صحیح روح اور سوچ کو پیدا کیا۔ ان دونوں لحاظ سے وہ مسیح موعود اور مہدی معہود کہلائے۔

تحریک احمدیہ لاہور کا یہ موقف ہم ہر مجلس، ہر ملکی اور غیر ملکی اجتماعات میں بیان کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ملک کے اندر ہم اپنے ان خیالات کا اظہار کھلے بندوں قانوناً نہیں کر سکتے۔ لیکن جس حد تک ممکن ہوتا ہے ہر جگہ ہر مجلس ہر اجتماع میں ہم اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں اپنی کاوشیں اور اسلام کے دفاع کے لئے تحریک کے افکار کا ذکر تقریر اور تحریر میں کرتے رہتے ہیں۔ ہماری جماعت کے ایک قابل وکیل جن کی وفات ہو چکی ہے جب کبھی بھی سالانہ دعائیہ یا کسی اور موقع پر تقریر کرتے تو ایک ایڈووکیٹ ہونے کی وجہ سے وہ احتیاطاً یہ ضرور کہتے کہ یہ باتیں میں ایک بند کمرہ یا عمارت میں کہہ رہا ہوں تا کہ قانونی طور پر ان پر کوئی گرفت نہ ہو سکے۔

خدا کا شکر ہے اس وقت ہم بند جامع میں جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ اور جب کبھی بھی میں یا میرے ساتھی کسی کونشن میں شرکت کرتے ہیں تو تحریک احمدیہ لاہور کے خیالات اور پیغامات اس محدود جگہ سے نکل کر ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ آج اس موقع پر بھی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں گو وہ اس جامع کی حدود کے اندر ہے لیکن لائیو ٹرانسمشن کے ذریعے جو اس وقت ہو رہی ہے اللہ کرے بہت سے لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور دیگر بہت سے لوگ اس کی ریکارڈنگ کو سنیں گے اور جو لوگ ہمارے ویب سائٹ کو دیکھتے رہتے ہیں وہ کسی وقت بھی اس کو سن سکیں گے اور دیکھ سکیں گے اور اس کے بعد بھی یہ سب کچھ آنے والے سالوں تک محفوظ رہے گا۔ جب گذشتہ

سال ووکنگ، انگلستان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے صد سالہ یوم وصال کے سلسلہ میں احمدیہ کنونشن کا اجلاس ہوا تو وہاں کے میئر نے اپنی تقریر میں کہا کہ جب مجھے اس اجلاس کا دعوت نامہ موصول ہوا تو میں نے ساری رات انٹرنیٹ پر اس جماعت کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو مجھے معلوم ہوا کہ بانی سلسلہ احمدیہ کو فوت ہوئے اب ایک سو سال نہیں بلکہ ایک سو ایک سال ہو گئے ہیں۔

حالات اور قانون نے حد بندیاں تو لگا دی ہیں اور اس سلسلے میں اس وقت مجھے ایک نوجوان اور سرگرم دوست کی یہ مثال یاد آ رہی ہے جو کئی سال پہلے انہوں نے اپنی ایک تقریر کے دوران دی تھی کہ چڑیا گھر میں جب ہاتھی کو لایا جاتا ہے تو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا ہے اور کچھ سالوں بعد جب اس کی زنجیریں کھول دی جاتی ہیں تو وہ اپنے علاقے سے باہر نہیں نکلتا اور ذہنی طور پر یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں اسی جگہ کا ہی ہوں۔ ہمیں بھی ایسی ہی زنجیروں میں 1974ء میں جکڑ دیا گیا تھا اور پھر 1984ء میں ایک اور ڈکٹیٹر نے مزید پابندیاں لگا دیں کہ کسی کو **"السلام علیکم"** نہ کہو، اذان نہ دو، قرآن مجید کی آیات کے عربی متن کو اخبار میں نہ لکھو وغیرہ وغیرہ۔ کسی نے اگر دعوت نامے پر **"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"** لکھ دیا تو وہ جرم ہے اور اس کو قید اور جرمانہ کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مجھے یاد ہے کہ مانسہرہ میں ایک احمدی ماہ رمضان میں اعتکاف میں بیٹھا ہوا تھا تو اسے پولیس گھر سے اٹھا کر لے گئی تھی۔

قانون اور مذہبی تعصب نے ہمارے پاؤں میں جو زنجیریں ڈالی ہیں اس کی وجہ سے ہم کئی لحاظ سے مجبور ہیں۔ ہماری دوسری نسل بھی انہی پابندیوں کے بوجھ تلے پروان چڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں ہماری عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ہمارے لئے وہ دن لاوے کہ ہماری عبادت گاہیں اذان کی آوازوں سے گونج اٹھیں۔ ہم کھلے بندوں خدا کی درگاہ میں سجدہ ریز ہو سکیں اور ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنے آپ کو اسی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھے جائیں جس طرح کہ ایک عام مسلمان دیکھا جاتا ہے۔ میں جب ایبٹ آباد کے میڈیکل کالج میں تھا تو انتہائی خاموشی سے نماز ادا کیا کرتا تھا اور اگر سفر میں نماز ادا کرنا ہوتی تو ظاہراً اشارہ بھی نہ کرتا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ بیٹھ کر کیوں نماز پڑھ رہا ہے۔ لیکن ان نامساعد حالات کے باوجود جماعت جو کچھ کر سکتی ہے سو وہ کر رہی ہے۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف جو دعویٰ نبوت منسوب کیا جاتا ہے اس کے رد میں انہی کی تحریروں سے 257 حوالے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں یکجا طور پر کتابی شکل میں شائع کر دیئے گئے ہیں۔ جو اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی حقیقی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ لیکن اب اس کو پھیلانے کا وقت آ گیا ہے۔ اس کی طرف ہماری توجہ کم رہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر کتب شائع کی گئی ہیں۔

ہماری جماعت کو بھی 2014ء میں سو سال ہو جائیں گے۔ حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور نے صحیح وقت پر یہ سمجھ لیا تھا اور جان لیا تھا کہ تحریک غلط لوگوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے اور انہوں نے تحریک کو غلو کی راہ پر ڈال دیا ہے اور یہ غلو کی راہ ایسے عقائد پر مبنی ہے جس سے اسلام کے دفاع کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ چنانچہ بانی سلسلہ احمدیہ کے قریب ترین ساتھیوں کی علمی بصیرت اور دینی غیرت نے اس تحریک کو غلو سے بچانے کا ارادہ کر لیا اور 1914ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور کی بنیاد ڈالی۔ اس نام سے ہی اس بات کی واضح نشان دہی ہوتی ہے کہ تحریک احمدیت کا بنیادی مقصد ہی اشاعت اسلام ہے۔ اگر ہم غور کریں تو لاہور احمدیہ تحریک ہی بانی سلسلہ احمدیہ کے صحیح عقائد اور اسلامی نقطہ نظر کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ 1974ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد ہمارے موقف کی زیادہ تشہیر کی ضرورت ہے اور اس بات کی طرف سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ کس طرح اس موقف کو موثر طریق پر پیش کیا جائے۔ مرکزی انجمن لاہور نے 20 جلدوں پر مشتمل "افکار محمد علی" چھاپی ہیں۔ میں نے ابھی اس کی پہلی جلد کا مطالعہ کیا ہے۔ آپ لوگ بھی جب ان بیس جلدوں کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم و مغفور نے تحریک احمدیت کے علمی فکر کے ذریعے اسلام کا کس رنگ میں دفاع کیا۔ اور آج کے دور میں اسلام کی تصویر کس قوت ایمانی اور بصیرت سے پیش کی۔ ان جلدوں میں مضامین، تقاریر اور تبلیغ اسلام کے لئے تحریکات کی تفصیل کو پڑھ کر تحریک احمدیت کے مشن کی تصویر کا صحیح خاکہ ذہن میں آ جائے گا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں بعض اوقات اُلجھن پیدا ہوتی ہے کہ امام وقت مجددِ وقت بھی تھے، مسیح موعود بھی اور مہدی بھی۔ کیا ان کو ماننے سے دین میں ہم کوئی اضافہ کر رہے ہیں؟ جبکہ قرآن مجید کہہ چکا ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے اور اسلام میں کسی اضافہ کی ضرورت نہیں رہی۔ اور رسول اکرم صلعم

کا واضح فرمان ہے کہ "انا خاتم النبیین لانبی بعدی" یعنی میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں یعنی اب امت کی اصلاح کے لئے نبی نہیں بلکہ مجددین آئیں گے جو اصلاح کا کام کریں گے۔ لیکن افسوس ہے کہ پھر بھی اس امام وقت کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ انہوں نے بار بار اس کا انکار کیا اور ایسے مدعی نبوت پر لعنت بھیجی ہے اور جب کبھی لفظ نبی استعمال کیا تو اس کی تشریح بھی فرمائی۔ **اگر انہوں نے نبوت کا دعویٰ ہی کرنا تھا تو اس کی تشریح و توضیح اور سب سے بڑھ کر انکار کی کیا ضرورت تھی۔ اگر آپ ان کی کتابوں کو پڑھ جائیں تو آپ کو ایسی تحریریں کثرت سے ملیں گی جو اس بات کا واضح ثبوت پیش کرتی ہیں کہ واقعی انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ ان کی تحریرات میں سے 257 ایسے واضح حوالوں کا میں پہلے ہی ذکر کر چکا ہوں جو کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔**

جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں وہ قرآن پاک کی سورۃ بقرہ کے بالکل شروع میں آتی ہیں۔ ان میں ایک مومن کے ایمان کا یہ حصہ قرار دیا گیا ہے کہ "جو غیب پر ایمان لاتے ہیں"۔ حیرت کی بات ہے غلو کے شکار ہمارے بھائی ان الفاظ کے فوراً بعد جو الفاظ آتے ہیں ان کو سرے سے چھوڑ کر اس سے اگلی آیت کے الفاظ کو لیتے ہیں جس کے سادہ معنی یہ ہیں "اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں"۔ تمام مفسرین نے آخرت کے معنی یوم آخرت کئے ہیں۔ اور اگر دونوں آیتوں کو سامنے رکھا جائے تو یوم آخرت کے علاوہ اور کوئی معنی اس کے ہو ہی نہیں سکتے۔ لیکن بدقسمتی سے الآخرۃ کے معنی **"بعد میں آنے والی وحی"** کئے جاتے ہیں جو غلو کی انتہاء ہے۔

شیخ محمدی، پشاور کے ہمارے محترم بھائی سردار علی خان صاحب نے پاکستان کے ایک بڑے مولانا صاحب کو یہی آیات پڑھ کر ان کے معنی کئے اور پھر آخر میں آیت نمبر 5 کا ترجمہ سنایا کہ "**یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں**" اور پوچھا کہ ایسے لوگ جو مذکورہ آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم بھی ان پر لفظاً اور ایماناً یقین رکھتے ہیں تو ان کے متعلق کفر کا فتویٰ لگانے کی کیا کوئی گنجائش ہے؟ مولانا صاحب خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس بارے میں پھر کبھی بات ہوگی۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کہتا ہے: "**یہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں وہ نماز قائم کرتے ہیں اور جو ان کے پاس ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں**" اور ان تمام پر ان کا کامل ایمان ہے جو وحی کی صورت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور اس کے بعد کسی اور وحی پر ایمان نہیں لاتے جو ایمان کا جزو ہو اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ **ایسے لوگوں کو قرآن مجید واضح الفاظ میں نہ صرف مسلمان قرار دیتا ہے بلکہ ان کو کامیابی کی یقین دہانی بھی کرتا ہے۔ قرآن مجید تو ہمیں مسلمان قرار دے ہی رہا ہے لیکن اس قسم کے فتوے کی تو انسانی حقوق کا چارٹر بھی اجازت نہیں دیتا۔ اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ یہ عمارت جس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی وہ میرے آنے سے اب پُر ہو گئی ہے اور اب کسی اور اینٹ یا نبوت کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے میری ان بھائیوں سے دردمندانہ التجا ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ پر نبوت زبردستی ٹھونس رہے ہیں کہ وہ اپنے اس موقف پر نظر ثانی کریں اور اس مقدس ذات کو جو اسلام کے دفاع کے لئے مبعوث ہوئی تھی دشمن اسلام نہ کہلوائیں۔ اس غلط موقف کے اختیار کرنے سے ہمارے وہ بھائی کیا خدمت اسلام کرنا چاہتے ہیں میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔**

اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہی تحریک احمدیت کی صحیح ترجمانی کر رہے ہیں۔ تو پھر ہمارا فرض اولین ہے کہ اس کے پیغام اور نظریات کی ہر طریق پر تشہیر کریں خواہ وہ پرنٹ میڈیا ہو یا ابلاغ عامہ کے دیگر ذرائع۔ اس دور میں مغرب اسلام اور بانی اسلام پر ذرائع ابلاغ عامہ کے ذریعہ رکیک حملے کر رہا ہے اور ہمارے مسلمان بھائی ان حملوں کا جواب دینے کی بجائے محض احتجاج اور تشدد کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ جو مسلمانوں کے متعلق مزید غلط تاثر پیدا کر رہے ہیں۔

وہ گروہ جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نبی کا درجہ دیتا ہے انہوں نے اب بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات سے بڑھ کر قرآن مجید کو بنیاد بنا کر "امکانات اجراء نبوت" کے عنوان سے تفسیر کرنی شروع کر دی ہے۔ اس لئے بانی سلسلہ احمدیہ کے دعاوی اور ان کی بعثت کی اصل غرض کو نئے حالات اور دلائل کے پیش نظر نئے انداز میں پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب اور انکے رفقا نے قرآن مجید، حدیث اور بانی سلسلہ احمدیہ کی تحریرات کی روشنی میں اس مسئلے پر بڑا مدلل اور مبسوط مواد فراہم کر دیا ہے۔ لیکن اب ہمارا کام ہے کہ اس سلسلہ میں سخت

کوشش کر کے نئے اعتراضات اور غلو کے نئے انداز کو رد کریں اور امام وقت کے علم کلام کے صحیح موقف کو لوگوں تک پہنچائیں۔

میں نے آج خطبہ میں جو بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف غلط طریق پر دعویٰ نبوت منسوب کرنے کا تفصیل سے ذکر کیا ہے تو میرا روئے سخن بنیادی طور پر ان بھائیوں کی طرف ہے جو غلو کا شکار ہیں اور جن کی وجہ سے بانی سلسلہ احمدیہ اور ان کے مشن کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور سب سے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کفر بازی کی جس وباء کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ روکنا چاہتے تھے اسی وباء کو ان کی طرف غلط عقائد منسوب کر کے مخالفین کو کفر بازی کی وباء کو ہوا دینے کے مواقع فراہم کیے جا رہے ہیں۔ اس پہلو پر ہمارے بھائیوں کو نہایت سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔

ہمارے محترم امیر چہارم حضرت ڈاکٹر اصغر حمید مرحوم و مغفور سے جب پوچھا جاتا تھا کہ قانون کے ذریعے جو ہم کو کافر قرار دیا گیا ہے تو اس سے کتنا نقصان ہوا ہے تو انکا فرمانا تھا کہ دنیاوی مشکلات میں تو ظاہر ہے کافی اضافہ ہوا ہے لیکن اصولی طور پر کلمہ گو کو کافر کہنا سب سے بڑی سزا ہے۔ اور یہ ایک ایسی مثال قائم کی گئی ہے جس کی اسلامی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی بلکہ پوری مذہبی تاریخ ایسی کسی مثال کا پتہ نہیں دیتی۔ یہ اسلام کی ایک بڑی اہم اور بنیادی خصوصیت کے خلاف ورزی کی گئی ہے۔ کیونکہ اسلام تو مذہبی آزادی اور انسانی حقوق کی ضمانت کو ایمانیات کا حصہ قرار دیتا ہے۔

بانی سلسلہ احمدیہ نے شروع سے آخر تک مجددیت کا دعویٰ ہی کیا اور حقیقی نبوت کی نفی کرتے رہے۔ مخالفین اور خود جماعت احمدیہ کا وہ حصہ جو غلو کا شکار ہے وہ ”ایک غلطی کے ازالہ“ میں تصریحات سے لوگوں کو اس سلسلہ میں الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ اس وقت میں اس بحث میں نہیں جانا چاہتا۔ میں اس وقت آپ کی توجہ اس تقریر کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو حضرت اقدس نے ۷ مئی ۱۹۰۸ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ”دعوت عام“ میں کی جس میں لاہور کے عمائدین اور رؤسا نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ یہ تقریر دن کے گیارہ بجے شروع ہوئی اور دوپہر کے ایک بجے ختم ہوئی۔ گذشتہ دنوں میں ”الحکم“ کی ۱۹۰۸ء کی فائل دیکھ رہا تھا۔ میری نظر ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء کے شمارہ پر پڑی جس میں یہ تقریر درج ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ حضرت اقدس نے یہ تقریر اپنی وفات سے ۹ دن پہلے فرمائی اور یہ آپ کی زندگی کی آخری تقریر تھی اور اس کے بعد آپ نے کوئی تقریر نہیں فرمائی۔

اس میں ایک جگہ آپ فرماتے ہیں: ”یہ الزام کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور مجھے فکر پڑی ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بنالوں اور نئی شریعت ایجاد کروں۔ ان تہمتوں کا جواب بجز لعنة الله علی الکاذبین اور کیا دوں۔ میرا دعویٰ تو صرف یہ ہے کہ چونکہ دین زندہ ہے اس لئے ہر صدی کے سر پر موجود مفاسد کے لحاظ سے مصلح پیدا ہوتا ہے جس سے خدا مکالمہ کرتا ہے۔ جب خدا کسی سے بکثرت ہم کلام ہو اور اپنی غیب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے مگر یہ حقیقی نبوت نہیں۔ **اب میں تقریر ختم کرتا ہوں اور صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خدا نے ہمیں تجدید دین کے لئے بھیجا ہے تا ہم تازہ نشانوں کے ساتھ دین کو تازہ کریں۔** اگر خدا مجھے نہ بھیجتا تو آخر یہ دین بھی دیگر ادیان کی طرح قصوں کے رنگ میں رہ جاتا۔ یہ یقیناً سمجھو کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کبھی نابود نہیں ہوسکتا۔

”مجھے افسوس آتا ہے کہ میں نے ان لوگوں (یعنی مکفر مولویوں) کا کیا بگاڑا ہے یہی کہ میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں اور ان کا فیض قیامت تک جاری ہے“۔ اس تقریر کو ”اخبار عام“، لاہور نے شائع کیا اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ لکھا کہ حضرت اقدس نے اس میں دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔ اس کا جواب بھی حضرت اقدس نے ۲۳ مئی کو ہی لکھا۔ میں اس وقت اس کی تفصیل میں بھی نہیں جانا چاہتا۔ لیکن لاہور میں ”دعوت عام“ میں حضرت اقدس کی تقریر سے ایک بات نہایت وضاحت سے سامنے آتی ہے کہ آپ نے بنیادی طور پر مجددیت کا دعویٰ کیا اور اس پر آخری وقت تک قائم رہے۔ اور لفظ نبی جن معنوں میں اپنی تحریرات میں استعمال کیا اس کی ہمیشہ تشریح اور وضاحت کی۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ”چشمہ معرفت“ میں جو حضرت اقدس کی وفات سے 10 دن پہلے شائع ہوئی۔ اس میں آپ لکھتے ہیں:

”اسلام کی رو سے جیسا کہ پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے مکالمہ مخاطبہ کرتا تھا۔ اب بھی کرتا ہے اور ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے **اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں، نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں۔ اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دی جایں یعنی اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی کوئی**

نظیر نہ ہو، اس کا نام ہم نبی لکھتے ہیں، کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بہ کثرت آئندہ کی خبریں دے۔ مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے کلمات کو جو کثرت پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں، نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے حالانکہ نبوت صرف آئندہ کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ الہام ہو۔ اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں'' (ص ص ۱۸۰، ۱۸۱)۔

اب غور فرمائیں کہ اپنی وفات سے چند دن پہلے ایک مقدس شخص ''عوامی دعوت'' میں تقریر میں اور پھر اپنی تحریر میں اور اس سے پہلے اپنی کتابوں میں بار بار ایک بات کی صراحت کرتا ہے۔ لیکن افسوس اور حیرت ہے کہ الزام تراشی اور غلو کے جواز میں کبھی ایک تحریر سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کر کے اور کبھی ایک حدیث کے الفاظ کی غلط تشریح کر کے لوگوں کو بھڑکایا جاتا ہے۔ مثلاً ہمارے غلو کے شکار بھائی اپنے موقف کی تائید میں حضرت عائشہؓ کی اس حدیث کا حوالہ دیتے ہیں:

قولوا خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعدہ ۔یعنی کہو کہ نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں اور یہ نہ کہو کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ بدقسمتی سے اس سے یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین تو ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے بعد نبی نہیں ہوں گے۔ **حالانکہ اس حدیث سے حضرت عائشہؓ نے لفظ خاتم النبیین کی جامعیت کو خاص اہمیت دی ہے کہ اس سے ہی نبیوں کا سلسلہ ختم ہونا یقینی ہے اور اس کے بعد اس کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی کہ یہ کہا جائے کہ ''لا نبی بعدی'' کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔** خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کہا کہ جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ یہ فتویٰ تو وہ خود دے رہے ہیں۔ اب اگر اخبار ''الحکم'' میں 23 دن کے بعد جب ڈائری آتی ہے اور ڈائری بھی اس تقریر کے متعلق ہے جو وفات سے تقریباً بیس گھنٹے پہلے یعنی 25 مئی 1908ء ظہر کے وقت کی گئی تھی۔ پھر اس ڈائری میں جو ''البدر'' مورخہ ۲ جون ۱۹۰۸ء میں چھپی ہے اس میں ایک سرحدی شخص سے گفتگو کی تفصیل درج ہے جس کے اوپر ایڈیٹر صاحب کا یہ نوٹ بھی درج ہے: ''وفات سے قریباً ۲۰ گھنٹے پہلے کی تقریر''۔ سرحدی شخص سے پوری گفتگو کو میں من وعن آپ کو سناتا ہوں:

ڈائری

القول الطیّب

(وفات سے قریباً ۲۰ گھنٹے پہلے کی تقریر)

لاہور۔ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء ظہر

سلسلہ نبوت۔ ایک شخص سرحدی آیا۔ بہت شوخی سے کلام کرنے لگا۔ اس پر فرمایا۔ میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا۔ نہ نماز علیحدہ بنائی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو دین وایمان سمجھتا ہوں۔ یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کی طرف سے ہے۔ جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اسے نبی کہا جاتا ہے۔ خدا کا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اسی لیے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے۔ **آن نبی وقت باشد اے مرید**۔ محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے پس کیا سب کو کافر کہو گے۔ یاد رہے کہ اور یہ سلسلہ نبوت قیامت تک قائم رہے گا۔

مجدد کی ضرورت۔ اس پر اس سرحدی نے سوال کیا کہ دین میں کیا نقص رہ گیا تھا جس کی تکمیل کے لئے آپ تشریف لائے۔ فرمایا۔ احکام دین میں کوئی نقص نہیں۔ نماز۔ قبلہ۔ زکوۃ۔ کلمہ وہی ہے۔ کچھ مدت کے بعد ان احکام کی بجا آوری میں سستی پڑ جاتی ہے۔ بہت سے لوگ توحید سے غافل ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اپنی طرف سے ایک بندے کو مبعوث کرتا ہے۔ جو لوگوں کو از سرنو شریعت پر قائم کرتا ہے۔ سو برس تک سستی واقع ہو جاتی ہے۔ ایک لاکھ کے قریب تو مسلمان مرتد ہو چکا ہے۔ ابھی آپ کے نزدیک کسی کی ضرورت نہیں۔ لوگ قرآن چھوڑتے جاتے ہیں۔ سنت نبویؐ سے کچھ غرض نہیں۔ اپنی رسوم کو اپنا دین قرار دے لیا ہے اور ابھی آپ کے نزدیک کسی کی ضرورت نہیں۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ اس وقت تو سب کافر ہو گئے کوئی تیس چالیس مومن رہ جائیں گے۔ فرمایا: کیا مہدی کے ساتھ جو ل کر لڑائی لیں گے۔ وہ سب کافر ہی ہوں گے۔

آپ نے کیا اصلاح کی۔ پھر اس شخص نے پوچھا کہ آپ نے کیا اصلاح فرمائی۔ فرمایا۔ دیکھو چار لاکھ سے زیادہ آدمیوں نے میرے ہاتھ پر فسق وفجور اور

دیگر گناہوں اور فاسد عقیدوں سے توبہ کی ۔ انسان جب فسق و فجور میں پڑتا ہے تو کافر کا حکم رکھتا ہے ۔ کوئی دن نہیں گزرتا جب کئی اشخاص توبہ کرنے کے لئے نہیں آتے ۔ ہر امر میں اللہ کی طرف رجوع کرنا ایک بڑی بات ہے ۔ مسلمانی صرف یہی نہیں جیسے تم سمجھتے ہو ۔ نیکی کرنا نہایت مشکل کام ہے ۔ ریا کاری کے ساتھ عمل باطل ہو جاتا ہے ۔ یہ زمانہ ایسا زمانہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ عمل کرنا مشکل ہے ۔ دنیا کی طرف لوگوں کی توجہ ہے ۔ ہر صدی کے سر پر اس قسم کی غلطیوں کو مٹانے اور توجہ الی اللہ دلانے کے لئے مجدد کا وعدہ کیا گیا ہے ۔ اگر ہر صدی پر مجدد کی ضرورت نہ تھی بلکہ بقول آپ کے قرآن کریم اور علماء کافی تھے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض آتا ہے ۔ حج کرنے والے حج کو جاتے ہیں ۔ زکوۃ بھی دیتے ہیں ۔ روزے بھی رکھتے ہیں پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سو برس کے بعد مجدد آئے گا ۔ مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں ۔ پس اگر میرے وقت میں ضرورت نہ ہوتی تو پیشگوئی باطل ہو جاتی ہے ۔ ظاہری حالات پر ہی جانا چاہیے ۔ غیب کا حال تو اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ۔

ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون (۱۰۷:۴،۵)

یعنی لعنت ہے ان نمازیوں پر جو اپنی صلوۃ کی حقیقت سے بے خبر ہیں ۔ پس فلاح وہی پاتا ہے اور وہی سچا مومن کہلاتا ہے جو نیکی کو اُس کے لوازم کے ساتھ کرتا ہے ۔ یہ بات اس زمانہ میں بہت کم لوگوں میں موجود ہے ۔ پس ان اندرونی بیرونی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے میں اپنے وقت پر آیا ۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہیں تو یہ سلسلہ تباہ ہو جاوے گا ۔ اگر میں خدا کی طرف سے ہوں تو یاد رکھو کہ مخالف پھر نا کام رہیں گے ۔'' (اخبار ''بدر'' جلد ۲۳، مورخہ ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اس گفتگو کے بعد حضرت اقدس کی یہ بات بھی ''البدر'' کی ڈائری میں چھپی کہ پھر **مولانا نورالدین صاحب** جو پہلے جانشین منتخب ہوئے ۔ انہوں نے اپنی خودنوشت کتاب ''مرقات الیقین'' جو اکبر شاہ خان نجیب آبادی نے مرتب کی تھی اور جو شرکتہ الاسلامیہ لیمیٹڈ، ربوہ نے 1962ء میں شائع کی تھی اس کے صفحہ 47 پر یہ لکھا ہے: (اس کتاب کے شروع کے دو ایڈیشن 1912ء اور 1951ء میں اور پھر 1979ء میں تیسرا ایڈیشن احمدیہ انجمن، لاہور نے ہی شائع کئے تھے) ۔'' میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ تمام نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئیں بلکہ اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں اور بصیرت اور شرح صدر کے ساتھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف تمام نبوتوں کے جامع اور خاتم تھے بلکہ آپ خاتم النبیین، خاتم الرسل اور خاتم کمالات انسانی تھے ۔ یہ میرا یقین ہے کہ تمام انبیاء اور تمام اولیاء اور تمام انسانی کمالات کے آپ جامع اور خاتم ہیں اور اب آپ کے بعد میرا واہمہ بھی تجویز نہیں کرتا کہ کسی شخص میں ایسے کمالات ہوں'' ۔

خلاصتاً یہی موقف اور حقائق ناصر احمد صاحب نے احمدیہ بلڈنگس کی تاریخ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے لاہور میں قیام اور وفات کے متعلق اپنی جیبی کتابچہ میں بھی درج کئے ہیں ۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ حضرت اقدس آخری لمحوں میں بھی کلمہ شہادت کہتے کہتے اللہ کا نام لیتے لیتے اپنی جان اللہ کے سپرد کرتے ہیں ۔ کیا کوئی نبی کسی اور نبی کا کلمہ پڑھتے ہوئے جان دیتا ہے یا یہ کہتا ہے کہ تو نے نبوت بھیجی میں نے حق ادا کر دیا ۔ لمبی بحثوں میں کبھی وقت ضائع نہ کریں ۔ غلو کا شکار لوگ اگر آپ ان سے گھنٹوں بھی گفتگو کریں گے تو کچھ برآمد نہ ہو گا ۔

ایک مرتبہ عامر عزیز الازہری صاحب نے آکسفورڈ میں ایک قادیانی بھائی سے تین گھنٹے تک بحث کی پھر ان کو میرے پاس لے آئے اور کہا آپ ان سے کوئی سوال کر لیں ۔ میں نے پوچھا کہ میرے سیکرٹری سے تین گھنٹے تک کیا گفتگو ہوئی ۔ ابھی کچھ رہ گیا ہے تو مجھ سے پوچھ لیں ۔ وہ تھوڑا مسکرائے اور تھوڑا شرمائے ۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا ۔ میں نے انہیں کہا آئیں نماز پڑھ لیں ۔ نہیں نہیں مجھے کچھ کام ہے ۔ وہ کچھ اور پوچھنا چاہتے تھے لیکن نماز کا نام لیتے ہی جانے کا ارادہ کر لیا ۔ یہ وہ تعلیم ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ضرور ان کو دل سے بھائی سمجھتے ہیں لیکن وہ صرف زبان سے بھائی سمجھتے ہیں ۔ ان کو کسی لاہوری احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے ۔ کسی کو لاہوری احمدی کے بچے کا جنازہ پڑھنے کی بھی اجازت نہیں ۔ حد یہ کہ لاہوری جماعت کے ساتھ تعلقات کو یوں تشبیح دی جاتی ہے کہ جیسے مجبوری میں گندے ڈھیر سے کوئی پھل یا سبزی اٹھا کر کھا لے ۔ جو تعلیم اس قسم کے تعصب اور تنگ دلی کا سبق دیتی ہے اس میں روحانی بلندی کا کوئی پیغام نہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہم پر اپنا رحم فرمائے ۔ اپنی تمام دعاؤں اور نمازوں میں اپنے ملک اور جماعت کے لئے دعائیں شامل رکھیں ۔ اللہ ہمارے ملک کو امن کا ملک اور اسلام کا نمونہ بنا دے اور اللہ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے ۔ آمین

ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ

اور ماہنامہ ''اسلامک ریویو'' کی اسلامی خدمات کا مختصر جائزہ

ڈاکٹر زاہد عزیز (پی ایچ ڈی)

ووکنگ مسلم مشن کا قیام

2013ء میں انگلستان میں اشاعتِ اسلام کے لئے ایک اہم قدم تھا جس کو اب ایک صدی ہوگئی ہے۔ ووکنگ سرے، انگلستان کا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس میں اس اہم اسلامی مرکز کی وجہ سے اس کو دنیائے اسلام کے نقشہ پر ایک نمایاں مقام ملا۔ ووکنگ کی شاہجہان مسجد سے شروع ہونے والی اسلام کی اشاعت کے لئے اس انقلابی تحریک کی وجہ سے یہ چھوٹی سی مسجد ایک اہم اسلامی مرکز کی حیثیت اختیار کرگئی اور برطانیہ اور اسلامی ممالک کی خاص توجہ کا مرکز بن گئی۔ اور چند دہائیوں میں ہی مسلمان ممالک کے بادشاہ، سیاسی اور مذہبی رہنما، سفراء، فوجی جرنیل، مفکرین، محققین اور ممتاز کاروباری شخصیات اس کی اسلامی خدمات سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ یہاں آنا اور اس مسجد میں نماز ادا کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھنے لگے۔

اس کے علاوہ برطانیہ کے رؤسا، اسکالر، زبانوں کے ماہر، کتابوں کے مصنفین، اہل قلم، فوج کے جرنیل اور سپاہی اس کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور ان کو اس مسجد سے اٹھنے والی الٰہی دعوت نے روحانی روشنی عطا کی۔ ان مردوں اور خواتین نے نہ صرف اسلام کی صداقت کو قبول کیا بلکہ اس کی تعلیمات کے متعلق نہایت عمدہ اور تحقیقی کتب اور مضامین لکھے۔ اسلام کے ان پروانوں کی وجہ سے مغرب میں اس شمع کی روشنی اس آب وتاب سے پھیلنے لگی کہ عیسائی حلقوں میں خطرہ کی گھنٹی بجادی گئی اور انہوں نے ''ووکنگ ایک خطرہ'' کے عنوان سے مضامین اور تبصرے شائع کرنے شروع کردیئے۔ ادھر ووکنگ کی اس چھوٹی سی مسجد جس کی تعمیر کے لئے ریاست بھوپال کی خاتون حکمران بیگم شاہجہان نے خطیر عطیہ دیا تھا،

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اس کا نام ''مسجد ووکنگ'' کی بجائے ''شاہجہان مسجد ووکنگ'' رکھ دیا۔ چنانچہ خواجہ صاحب کی تبلیغی کاوشوں کی وجہ سے یہ مسجد اسی نام سے مشہور ہونے لگی اور اس میں مسلمان ممالک سے آنے والے ہر مکتبہ فکر اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے زائرین اور معتقدین کی وجہ سے اسے ایک بین الاقوامی شہرت حاصل ہوگئی۔

یہ سب کچھ کیسے ممکن ہوا۔ اس کی مختصر تاریخ کچھ یوں ہے۔ 4 دسمبر 1912ء کو برطانوی نوآبادی ہندوستان کے شہر لاہور کا ایک شخص خواجہ کمال الدین صاحب نے سرزمین انگلستان پر قدم رکھا۔ پیشہ کے لحاظ سے وہ وکیل تھے۔ لیکن انگلستان آنے سے پیشتر وہ لاہور کے کئی معروف تعلیمی اداروں میں بحیثیت ایک ممتاز لیکچرار کے طور پر کام کرچکے تھے۔ اس کے علاوہ اس دوران میں انہوں نے اسلام اور مذاہب عالم کے بارے میں پورے ہندوستان میں تقاریر کیں اور ایک منفرد عالم اور بہترین مقرر کے طور پر عوام اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں جانے اور پہچانے جاتے تھے۔ چنانچہ بمبئی میں اسی قسم کے ایک دورہ کے دوران میں جبکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے، نظام حیدرآباد دکن کے ایک عزیز نواب سید رضوی صاحب نے پریوی کونسل لندن میں انہیں ایک مقدمہ کے سلسلہ میں اپیل دائر کرنے اور اس کی پیروی کرنے کی پیشکش کی، جو خواجہ صاحب نے قبول کرلی۔ اور جب حضرت خواجہ صاحب نے ان سے یہ ارادہ بھی ظاہر کیا کہ وہ مقدمہ سے فارغ ہوکر تبلیغ اسلام کے لئے انگلستان میں رکنا چاہتے ہیں تو نواب صاحب نے ان کو ایک خطیر رقم کا نذرانہ پیش کیا۔ اللہ کے فضل سے وہ اپیل منظور ہوگئی اور خواجہ صاحب اس سے فارغ ہونے کے بعد تبلیغ اسلام کی غرض سے

انگلستان میں رک گئے ۔ انہوں نے وہاں اپنی رہائش گاہ واقع رچمنڈ ، لندن سے ہی خدمت اسلام کے کام کی ابتداء کی ۔ انہوں نے عوامی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو انتہائی غلط خیالات اور نظریات ملک کے سیاسی اور مذہبی حلقوں میں پائے جاتے تھے ان کی تحریر و تقریر کے ذریعہ سے اصلاح کی کوشش میں لگ گئے ۔ جلد ہی ان کو ووکنگ میں موجود ایک مسجد کا پتہ چلا ۔ جس کی تعمیر ایک یورپی عالم اور لسانیات کے ماہر ڈاکٹر جی ۔ ڈبلیو لائٹز نے 1889ء میں کروائی تھی ۔ اس شخص نے ہندوستان میں تعلیم کے فروغ کے لئے انتہائی قابل قدر خدمات سرانجام دی تھیں ۔ انہوں نے پہلے گورنمنٹ کالج ، لاہور کی بنیاد رکھی اور پھر شب و روز محنت اور تعلیم سے گہرا شغف رکھنے کے جذبہ کی بدولت پنجاب یونیورسٹی کو تشکیل دی ۔ اور اس کے پہلے رجسٹرار مقرر ہوئے ۔ ووکنگ میں مسجد کی تعمیر انگلستان میں مشرقی علوم کی ترویج کے لئے ایک ادارہ اورینٹل انسٹیٹیوٹ قائم کرنے کے منصوبہ کا حصہ تھی ۔ بدقسمتی سے یہ ادارہ منصوبہ کے مطابق مکمل نہ ہوسکا اور یہی ادارہ ان کی وفات کے بعد موجودہ سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن اسٹڈیز ، لندن کی شکل میں پایہ تکمیل کو پہنچا ۔ مسجد کی تعمیر کے اخراجات کے لئے عطیہ جات کا بڑا حصہ ہندوستان کی ریاست بھوپال کی مسلمان خاتون حکمران بیگم شاہجہان نے دیا اور زمین خریدنے کے لئے عطیہ ہندوستان کے ہی ریاست حیدرآباد دکن کے حکمران اعلیٰ حضرت نظام صاحب نے دیئے ۔ مسجد تو 1899ء میں مکمل ہوگئی تھی لیکن بدقسمتی سے 10 سال بعد ہی 1899ء میں ڈاکٹر لائٹز کا انتقال ہوگیا اور ان کی وفات کے ساتھ ہی ادبی اور تعلیمی سرگرمیاں اور علمی رسالوں کا اجرا جو اورینٹل انسٹیٹیوٹ کے ذریعہ شروع ہوا تھا ، ختم ہوگیا ۔ اور پھر 1913ء تک یہ مسجد خاص موقعوں پر ہی کھولی جاتی ورنہ بند پڑی رہتی تھی اور اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا ۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو شروع کرنے کے لئے ایک مناسب جگہ کی تلاش تھی اور وہ ابھی تک لندن میں مختلف جگہوں پر اپنی رہائش گاہ سے ہی لوگوں سے ملاقاتیں کرتے اور خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے ۔

ووکنگ مسجد کا 1913ء میں دوبارہ کھلنا

1913ء کی ابتداء میں وہ پہلی مرتبہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ہمراہ اس مسجد کو دیکھنے ووکنگ گئے ۔ لیکن انہیں ڈاکٹر لائٹز کے بیٹے سے مسجد کا قبضہ لینے میں مشکلات پیش آئیں ۔ چنانچہ انہوں نے اس سلسلہ میں ہندوستان کی دو ممتاز شخصیتوں سر عباس علی بیگ صاحب اور عزت مآب سید امیر علی صاحب جو ہندوستان میں برطانوی حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے ، ان کی مدد سے ایک ٹرسٹ قائم کیا ۔ جس نے مسجد ، اس سے ملحقہ رہائشی گھر اور اردگرد کی زمین کی عدالت کے حکم کے مطابق ملکیت حاصل کر لی ۔ اور مسجد عام مسلمانوں کی عبادت کے لئے کھول دی گئی ۔ خود خواجہ صاحب نے بطور ٹرسٹی اور امام کی حیثیت سے اگست 1913ء میں مسجد سے ملحقہ گھر سر سالار میموریل ہاؤس میں رہائش اختیار کر لی ۔

حُسنِ اتفاق سے یہ رمضان کا مبارک مہینہ تھا اور یوں اس بابرکت مہینہ میں یہ مسجد پہلی بار باقاعدہ طور پر عبادت کے لئے استعمال ہونے لگی اور روزانہ پانچ وقت اذان دی جانے لگی ۔ ملحقہ رہائشی گھر سے ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ کے نام سے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے تبلیغ اسلام کے کام کو ایک منظم طریق سے کرنے کا آغاز کر دیا ۔

اس مسجد کو کھولنے کا مقصد برطانیہ میں مسلمانوں کو محض عبادت کرنے کے لئے جگہ مہیا کرنا نہ تھا بلکہ حضرت خواجہ صاحب کا اصل مقصد برطانوی لوگوں کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر کو پیش کرنا تھا جو خدا کی طرف سے نازل شدہ مکمل ضابطہ حیات کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور جو جدید زمانے کے تقاضوں کو کماحقہ پورا کرتا ہے ۔ برصغیر ہندوستان میں بڑے بڑے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے اس کام کو دیوانگی اور احمقانہ قرار دیا جس کی ناکامی ان کے نزدیک یقینی تھی ۔ ان کے خیال میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ اسلام برطانیہ جیسے ملک میں قابل قبول ہوگا جبکہ یہ ملک اس وقت دنیا میں غالب اور طاقتور تھا ۔ اور یہ نہ صرف ایک ترقی یافتہ تہذیب کا علمبردار تھا بلکہ اس کے غلبہ اور ترقی کی بنیاد بھی عیسائی مذہب اور سائنس میں ترقی تھی ۔ جبکہ مسلمانوں کو محض ایک جنگجو اور جاہل قوم سمجھا جاتا تھا جو کہ ایک انتہائی دقیانوسی مذہب کے پیرو سمجھے جاتے تھے اور جو جدید معیار پر کسی طرح بھی پورا نہیں اترتا تھا ۔ اور پھر یہ بھی کس طرح ممکن تھا کہ انگریز قوم جو اس وقت دنیائے اسلام

کے بڑے حصہ پر قابض تھی جس میں ہندوستان بھی شامل تھا جہاں سے خواجہ صاحب بھی آئے تھے۔ یہ حاکم اور ترقی یافتہ قوم ایک محکوم ملک کے فرد سے روحانی رہنمائی حاصل کرنا قبول کرے گی۔ کیونکہ ان کی نظر میں یہ شخص ایک حقیر دین کی ترویج کے لئے ان کی سرزمین میں آیا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود حضرت خواجہ صاحب کو یقین تھا کہ اگر برطانیہ میں صحیح اور حقیقی تصویر پیش اور ان کی غلط اور بے بنیاد باتوں اور نظریات کو دلائل سے رد کر دیا گیا جس کی وجہ سے اسلام کی شکل کو بگاڑ کر پیش کیا جا رہا ہے تو لوگوں میں اس دین کے لئے دلچسپی پیدا ہوگی اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس کو قبول بھی کریں گے۔ حضرت خواجہ صاحب کو اس بارے میں کامل ایمان اور یقین تھا اور یہ یقین ان کو زمانے کے امام اور عظیم دینی رہنما اور مفکر، تحریک احمدیت کے بانی 'حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سے تعلق جوڑنے اور ان سے روحانی فیض حاصل کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوا تھا، جن کی وفات 26 مئی 1908ء کو لاہور میں ہوئی۔ اور ان کو ان کے آبائی گاؤں قادیان میں دفن کیا گیا۔

ماہنامہ اسلامک ریویو کا اجرا

حضرت خواجہ صاحب نے فروری 1913ء میں ماہنامہ ''اسلامک ریویو' جاری کیا۔ جو 57 سال جاری رہنے کے بعد 1970ء کے قریب بند ہوگیا۔ اس میں اسلام کے بارے میں انتہائی تحقیقی اور علمی مضامین کے علاوہ دنیائے اسلام اور بطور خاص برطانیہ میں مسلمانوں کے معاشرتی اور معاشی مسائل اور حالات کے متعلق جائزے اور تبصرے شائع ہوتے۔ اس رسالہ کے صفحات میں اس زمانے کے اسلامی دنیا کے برطانوی مسلمانوں کی تاریخ اور حالات کا بیش بہا خزانہ محفوظ ہے جس سے آج کا محقق مستفید ہو رہا ہے۔ یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں کہ نہ صرف برطانیہ بلکہ یورپ اور امریکہ کے محقق اور اسکالرز ووکنگ مسلم مشن کے اسلام کے بارے میں یورپ اور افریقہ میں تبلیغی سرگرمیوں کے اثرات کا جائزہ لینے اور حقائق اکٹھا کرنے کے لئے ''اسلامک ریویو' کی فائلوں اور لاہور احمدیہ تحریک کے ویب سائٹس کی طرف رجوع کر رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنی ریسرچ کے سلسلہ میں ہم سے رابطہ بھی کرتے ہیں۔

ووکنگ مسجد برطانیہ میں اسلام کا مرکز

حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ میں شاہجہان مسجد کو اپنا مرکز بنا کر پورے برطانیہ میں دوروں اور تقاریر کا سلسلہ شروع کر دیا اور ''اسلامک ریویو'' میں مضامین کے ذریعہ یورپ اور مسلمان ممالک میں اسلام کے احیاء کی ایک نئی تحریک کا آغاز کر دیا۔ ان کی سرگرمیوں کی تفصیل اور اسلامک ریویو میں اسلام کے بارے میں مضامین کی اثر انگیزی پر تبصرے قومی اور مقامی اخباروں میں شائع ہونے لگے۔ ان میں لندن کا روزنامہ ''دی ٹائمز'' اور سرے کاونٹی کے اخبار ''سرے ایڈورٹائزر'' اور ''ووکنگ نیوز اینڈ میل'' قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ مشہور برٹش پاتھے نیوز آرگنائزیشن نے 1914ء سے 1958ء کے عرصہ کے دوران ایک درجن سے زیادہ ووکنگ مسجد میں تقریبات کو فلمایا جو اس وقت ان کے ویب سائٹ پر دیکھی جا سکتی ہیں اور جس کی ایک جھلک ووکنگ کے ''لائٹ باکس'' کی نمائش گاہ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خواجہ صاحب کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجہ میں متعدد برطانوی مشرف باسلام ہونے لگے۔ ان میں سے کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ، رؤسا اور اہل قلم مرد اور خواتین تھیں۔ ان میں سب سے ممتاز اور مشہور لارڈ ہیڈلے تھے جن کا اسلامی نام سیف الرحمٰن شیخ رحمت اللہ الفاروق تھا۔ یہ ایک نامور سول انجینئر بھی تھے۔ نومبر 1913ء میں اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اسلام کی تبلیغ اور ووکنگ مسلم مشن کے قیام اور اس کی سرگرمیوں کو زیادہ موثر اور منظم طریق سے آگے بڑھانے کے لئے انتھک کام کیا اور مالی معاونت بھی کی۔ ان کی وفات 1935ء میں ہوئی اور ووکنگ کے قریب بروک وڈ کے قبرستان میں مدفون ہیں۔

ووکنگ مسلم مشن نے اسلام پر بے شمار کتب شائع کیں جن میں مسلمان اور نومسلم برطانوی مصنفین سبھی شامل تھے۔ خود حضرت خواجہ صاحب کی متعدد کتب بھی شائع ہوئیں جنھوں نے قرآن مجید کی حقیقی تعلیمات، رسول اکرم صلعم کے بے مثال کردار اور ان کی روحانی خصوصیات کو انتہائی موثر اور مدلل انداز میں

بلند پایہ انگریزی زبان میں اجاگر کیا۔ ان کی تحریرات اور تقاریر نے انگریزوں کے علاوہ خود انگریزی خواہ مسلمانوں کے دل و دماغ کو اسلام کی حقیقی روشنی سے منور کر دیا اور ان میں اسلام کی حقانیت زیادہ مستحکم ہوئی۔ 1917ء میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ بمعہ متن اور تفسیر بھی ووکنگ سے پہلی مرتبہ شائع ہوا۔ کسی مسلمان کا انگریزی میں یہ پہلا ترجمہ بمع تفسیر تھا جو مغربی دنیا میں پہنچا اور مقبول ہوا۔ اس ترجمہ میں دیگر امتیازی خصوصیات کے علاوہ یورپین مستشرقین کے اسلام اور رسول اکرم صلعم پر کئے گئے اعتراضات کا نہایت مدلل اور منقولی جواب دیا گیا تھا اور خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقی تعلیم کو بائیبل اور مستند عیسائی مفسرین اور مصنفین کی تحریرات کی روشنی میں اجاگر کیا گیا اور بین المذہب افہام و تفہیم کی صحت مند روایت کو جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھی، اس کو زندہ کیا۔ چند ہی سالوں میں ووکنگ کی شاہجہان مسجد برطانیہ میں اسلامی سرگرمیوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کے لئے ایک اہم قومی مرکز کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اس مسجد کا امام حکومت کی نظروں میں برطانیہ میں مسلمانوں کا عملی طور پر سربراہ متصور ہوتا تھا۔ 1960ء کی دہائی کے وسط تک ووکنگ مسجد میں عیدین کے تہوار برطانیہ میں مسلمانوں کے لئے قومی تقاریب کا درجہ اختیار کر گئے۔ برطانیہ کا دورہ کرنے والے بین الاقوامی شہرت رکھنے والے مسلمان علماء، سیاست دان، مفکر اور ملکوں کے سربراہ حتیٰ کہ کئی غیر مسلم بھی ووکنگ مسجد کو دیکھنے یا اس کی تقریبات میں شمولیت کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان میں بادشاہ، شہزادے، شہزادیاں، صدور، سلاطین، فوجی جرنیل، سیاسی رہنما، ملکوں کے سفراء، اعلیٰ سرکاری عہدیدار، مصنفین، مفکرین اور برطانیہ میں دنیا سے آئے ہوئے زیر تعلیم طلباء سب ہی شامل ہوتے۔

ایک مسلمان جن کا نام قاضی عبدالحق صاحب تھا انہوں نے ووکنگ مسجد میں 1930ء میں عیدالاضحی کی تقریب میں شرکت کی۔ یہ اہم اسلامی تہوار مکہ میں حج کے موقع کی مناسبت سے تمام دنیا کے مسلمان مناتے ہیں۔ انہوں نے اپنے تاثرات کا ان الفاظ میں ذکر کیا: ''دنیا کے تقریباً تمام مسلمان ممالک کے لوگوں کی ووکنگ مسجد کے وسیع باغ میں عید کے اجتماع میں نمائندگی کا سا سماں ہوتا ہے۔ پورا مجمع اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود ہوتا اور اس کی تمجید اور حمد و ثنا کرتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح مکہ کے مسجد الحرام میں کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے اور نمازیں ادا کرتے ہوئے لوگ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا ورد کرتے ہیں۔ ووکنگ میں یہ مسجد شاید دنیا میں وہ واحد عبادت گاہ ہے جو ایسے مبارک موقع پر عرب میں واقع خدا کے قدیم ترین گھر کے نقش ثانی کا منظر پیش کرتا ہے''۔

(اسلامک ریویو، جولائی 1930ء)

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور ووکنگ مشن کی قربانیاں

شروع میں حضرت خواجہ صاحب کے پاس مشن چلانے کے لئے مددگار بہت کم تھے۔ پھر ہندوستان سے چند لوگ بلوائے گئے جنہوں نے بیحد قربانیاں اور تنگدستی کے حالات میں کام کو جاری رکھا۔ ان دنوں انگلستان آنے کے لئے سمندری جہاز اور ریل کے ذریعہ سفر کرنے میں تین ہفتہ سے زیادہ کا وقت لگ جاتا تھا۔ یہاں ان کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پھر زبان اور تمدن کا فرق، اپنے دوستوں، رشتہ داروں سے دور ایک غیر وطن میں ایک بالکل اجنبی ماحول میں رہنا اور اس پر مستزاد سرد موسم کی تندی اور رہن سہن کے بالکل مختلف انداز اور طریق ایک بڑے امتحان سے کم نہ تھے۔ اس زمانے میں ہندوستان کے لوگوں کو برطانیہ میں وہ سہولتیں اور آسانیاں میسر نہیں تھیں جو 1960ء کے بعد لوگوں کو مہیا ہونے لگیں۔ بیوی بچوں سے دور رہ کر صرف خط و کتابت ہی رابطہ کا واحد ذریعہ تھا۔ آج لوگ اس وقت انگلستان آنے والے لوگوں کی مشکلات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اور پھر اس وقت اس ملک میں عام لوگوں کے لئے کوئی بہت بڑی کشش کا سامان بھی نہ تھا۔ یہ تحریک احمدیت لاہور کے افراد کی اسلام سے گہری محبت اور اس کی تبلیغ کا جذبہ تھا جس نے بڑی قربانیاں کر

کے یہاں عملہ کو نہ صرف بھیجا بلکہ ان کے اور ووکنگ مسلم مشن کو چلانے کے بھاری اخراجات کو بھی برداشت کیا۔ عملہ کے لوگوں نے بھی آرام و آسائش کو قربان کر کے محض اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے دن رات اخلاص، جذبہ اور لگن سے کام کیا۔

حضرت خواجہ صاحب نے برطانیہ کا اپنا پہلا دورہ اگست 1914ء میں ختم کیا اور اس کے بعد پھر 1916ء میں تشریف لائے۔ وہ کل چار مرتبہ انگلستان تبلیغی دورے پر آئے۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور لارڈ ہیڈ لے کی حج کے لئے روانگی

جون 1924ء میں تیسرے دورے کے اختتام پر وہ لارڈ ہیڈ لے کے ہمراہ حج کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ اس سفر کی تفصیلات انگلستان اور مشرق وسطیٰ کے اخبارات میں بڑے پیمانے پر شائع ہوئیں۔ اس سفر میں ان کا قیام مصر میں بھی رہا جہاں لارڈ ہیڈ لے کے اعزاز میں کئی عوامی جلسے اور استقبالیہ دعوتیں ہوئیں۔ وہاں وہ فیلڈ مارشل لارڈ ایلن بی سے بھی ملے جو اس وقت مصر میں حکومت برطانیہ کے نمائندہ تھے۔ اور جنہوں نے ایک خفیہ رپورٹ لندن میں برطانیہ کے وزیر خارجہ لارڈ کرزن (سابق وائس رائے ہند) برطانیہ کی تاریخ میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ دونوں عالمی جنگوں کے دوران ووکنگ مسلم مشن نے برطانوی حکومت کی مسلمان فوجیوں کی آؤ بھگت اور دیکھ بھال میں بڑی مدد کی اور اس نازک وقت میں برطانوی عوام کی طرح اس کا ساتھ دیا۔ پہلی عالمی جنگ میں لارڈ کچز کی مشہور اپیل کہ ''تمہارے بادشاہ اور تمہارے وطن کو تمہاری ضرورت ہے'' کو ''اسلامک ریویو'' میں بھی شائع کیا گیا۔ **(جاری ہے)**

☆☆☆☆

مختصر کارکردگی رپورٹ
شبان الاحمدیہ مرکزیہ

مورخہ 3 اپریل کو ہمارے بھائی صاحبزادہ مظفر احمد صاحب کی والدہ محترمہ اور شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے ممبر حاشر احمد کی دادی رضائے الٰہی سے وفات پا گئی تھیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کا ایک وفد نماز جنازہ کے لیے راولپنڈی روانہ ہوا اور وہاں مرحومہ کے لواحقین سے اظہار افسوس کیا۔

جنازے کے اختتام پر وفد نے جامع راولپنڈی میں قیام کیا۔ جہاں شبان الاحمدیہ کے سرگرم ممبر عبدالماجد صاحب کی فیملی نے وفد کی نہایت عمدہ انداز سے میزبانی کی۔ قیام کے دوران احباب جماعت سے ملاقات کا بھی موقع ملا۔

اگلے روز وفد وزیرآباد دورے کے لیے روانہ ہوا۔ تقریباً 4 بجے کے قریب یہ وفد جامع وزیرآباد پہنچا۔ وہاں محی الدین صاحب (واعظ وزیرآباد) سے ملاقات کی اور جماعتی امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ ارکان وفد وزیرآباد کی تاریخی جامع کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور محی الدین کو ان کے نئے گھر کی تعمیر پر مبارک دی گی۔

تنظیم خواتین کا دورہ ''راولپنڈی''

تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کے وفد نے مورخہ 19 مئی 2013ء کو راولپنڈی جماعت کا دورہ کیا۔ محترمہ نگین اعزاز صاحبہ (صدر راولپنڈی) کے گھر قیام کیا۔ کچھ دیر آرام کرنے کے بعد جامع راولپنڈی پہنچے جہاں جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مقامی جماعت کے مقررین کے بعد محترمہ پروین چوہدری صاحبہ نے **''احمدیت کی فضیلت''** پر جامع تقریر کی اور جلسے میں بچوں کی بھرپور شمولیت پر والدین کو بہتر مستقبل کی نوید دی۔ محترمہ صبیحہ سعید صاحبہ نے ''فاستبقوا الخیرات'' پر نئی نسل کو اُبھارا۔

آخر میں محترمہ زبیدہ احمد صاحبہ نے اپنے پیغام کے بعد دُعا کروائی۔ تقریب کے اختتام پر مقامی جماعت کی طرف سے چائے وغیرہ پیش کی گئی اور میل ملاپ پر رخصتی ہوئی۔ اگلے روز جناب فخر الدین مرحوم و مغفور کے گھر گئے اور ان کے اہل خانہ سے تعزیت کی گئی۔ اس کے بعد بیماروں کی عیادت اور رابطہ دورہ کے تحت چند دوسرے گھروں میں گئے۔ اور تربیتی کورس میں آنے کی دعوت دی۔

پروین چوہدری صاحبہ

راہِ وفا کے مسافر (پیغامِ صلح یکم مئی ۱۹۸۹ء)

حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم ومغفور

جانے والوں کی کمی پوری کبھی ہوتی نہیں

آنے والے آئیں گے پھر بھی خلا رہ جائے گا

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۷ء میں آپ نے وکالت کے امتحان میں کامیابی حاصل کر کے ۱۹۰۳ء تک پشاور میں پریکٹس کی۔ اس سے پہلے ۱۸۹۳ء میں آپ حضرت بانی سلسلہ کی بیعت کر چکے تھے۔ ۱۹۰۳ء میں آپ لاہور رہے۔ آپ حضرت مرزا یعقوب بیگ حضرت ڈاکٹر محمد حسین شاہ اور حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب یہ چار خادم حضرت صاحب کے لاہور میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسنِ بیان عطا کیا تھا۔ آپ نے دینی سلسلہ میں افریقہ، یورپ اور ہندوستان کے مختلف علاقوں میں سفر کئے۔ دو مرتبہ مکہ مکرمہ گئے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۱۵ء میں اور دوسری مرتبہ لارڈ ہیڈلے کے ساتھ ۱۹۲۳ء میں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب جماعت احمدیہ کے ان مایہ ناز فرزندوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ کے منشاء کے مطابق ہر قسم کی مشکلات برداشت کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کر کے اور تمام دنیوی مفادات پر لات مار کر اعلائے کلمۃ اللہ کو اپنی زندگیوں کا مطمع نظر بنایا۔ اور اس فرض کی ادائیگی میں اپنی جان تک قربان کر دی۔ اس لحاظ سے خواجہ کمال الدین صاحب کا نام سرفہرست لکھا گیا۔

خواجہ صاحب احمدیت میں کیسے آئے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے کیا فیض انہوں نے حاصل کیا اور خدمتِ دین کے کیا کیا کام سرانجام دیئے۔ اس کی داستان حضرت ڈاکٹر بشارت احمد مرحوم کی زبانی سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ کمال الدین مرحوم لاہور کے رہنے والے تھے۔ بی ایل ایل بی تھے۔ نئی روشنی کے تعلیم یافتہ تھے۔ اس لئے دماغ میں دنیا کی ترقیات کی تمناؤں میں مذہب کو کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔ مثل ہے جوانی دیوانی۔ خواجہ صاحب پر اس دیوانی کا بھی اثر تھا۔ یہاں تک کہ آزادروی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ کچھ تو مشن کالج کے مشہور پادری پرنسپل ڈاکٹر یوانگ اور ان کے ہم مشنریوں کا اثر اور کچھ طبیعت کی معقول پسندی نے یہ خیال دماغ پر مستولی کر دیا کہ جب دنیا میں مقصود خاطر ہے اور مذہب ایک اخویت ہے تو پھر کیوں نہ عیسائی مذہب اختیار کیا جائے۔ جس کے پیروؤں کی وجاہت اور حکومت اور جس کی سوسائٹی کا تعیش وتنعم آج اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ جب پادری یوانگ اور دوسرے پوادر کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے اور بھی ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے اور اب یہ عالم ہوا کہ ڈاکٹر یوانگ اور پادریوں کی دعوتیں خواجہ صاحب کے گھر ہوتی تھیں اور خواجہ صاحب دن رات ان کے ہاں مدعو رہتے تھے اور بائبل کے تبلیغی جلسوں اور محفلوں میں عیسائیت کی تائید کرنا خواجہ صاحب کا کام تھا۔ جہاں کوئی اور متنازعہ فیہ امر درمیان میں آیا اور کسی نے پادریوں پر اعتراض کیا اور ڈاکٹر یوانگ نے خواجہ صاحب کو مخاطب کیا اور یہ فوراً تصدیق وتائید کے لئے کھڑے ہو گئے۔

ادھر جنابِ الٰہی کی رحمت نے دستگیری کی تیاری شروع کر دی۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب ''براہین احمدیہ'' خواجہ صاحب کے ہاتھ پڑ گئی۔ کس طرح ان تک پہنچی اس بات کا علم نہیں۔ مگر کتاب پہنچی اور خواجہ صاحب نے پڑھی۔ خدا جانے کیا اثر قلب پر ہوا کہ دنیا ہیچ نظر آنے لگی اور خدا کی معرفت کی روشنی کے لئے دل کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ جس آگ کے گڑھے میں گرنے کی تیاریاں کر رہے تھے وہ اب صاف نظر آنے لگا۔ اپنے انجام کا سوچ کر کانپ اٹھے، اپنی بداعتقادیوں اور بداعمالیوں سے توبہ کی۔

پادری یوانگ حسبِ معمول اپنی تبلیغی مجلس میں عیسائیت کو پیش کر کے خواجہ صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ کیوں خواجہ صاحب میں نے ٹھیک کہا؟ انہوں

نے بیٹھے بیٹھے اس خیال کی ایسی تردید کی کہ پادری حیران رہ گیا۔ جلدی سے کہنے لگا خیر خیر، خواجہ صاحب معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کے بعد فوراً مجلس برخاست کر دی اور علیحدہ لے جا کر ان سے سبب پوچھا کہ آج آپ نے عجیب طرح کے خیالات کا اظہار کیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ:

''بات یہ ہے کہ میرا مذہب اب تک فقط دنیا طلبی تھا اور اس کے لئے عیسائیت سے بڑھ کر مجھے کوئی مذہب نظر نہیں آتا تھا۔ اس لئے میں عیسائی ہونے کے لئے تیار تھا لیکن میں نے ایک مردِ خدا کی کتاب پڑھی ہے۔ اس سے مجھے دنیا ہیچ نظر آنے لگی ہے اور اس کتاب نے مجھ پر واضح کر دیا ہے کہ دینِ حقہ کے سوا آج کوئی مذہب، مذہب کہلانے کا مستحق ہی نہیں کیونکہ صرف وہی ایک مذہب ہے جو خدا تک آج بھی بندہ کو پہنچاتا ہے اور یہی مذہب کی غرض و غایت ہو سکتی ہے۔ پس میں اس کتاب کو جس کا نام ''براہین احمدیہ'' ہے پڑھ کر نئے سرے سے مومن ہوا ہوں اور یہ وہ دین ہے جو ماں باپ کے گھر سے نہیں بلکہ علم و حکمت کے در سے مجھے ملا ہے اس لئے میرے دل میں گھر کر گیا ہے۔

براہین احمدیہ اور حضرت صاحب کا نام نامی کفر کے لئے بالعموم اور عیسائیت کے لئے بالخصوص موت کی گھنٹی تھی۔ پادری اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور ان کا یہ شکار ہاتھ سے نکل گیا لیکن بایں ہمہ ابھی خواجہ صاحب کے دل میں طرح طرح کے وساوس موجزن تھے اور بداعمالیوں اور بگڑی ہوئی عادتوں کو چھوڑنا آسان کام نہ تھا۔

حضرت صاحب قادیان سے ملتان تشریف لے جا رہے تھے تو امرتسر کے اسٹیشن پر خواجہ صاحب حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب نے خلافِ معمول خواجہ صاحب کو زور سے سینے سے لگایا اور بیعت بھی لی۔ یہ غالباً ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے۔

خواجہ صاحب کا بیان ہے کہ حضرت صاحب کے سینے سے لگتے ہی میرے دل کو ایک عجیب ٹھنڈک اور سکون حاصل ہوا اور وساوس تو سینے سے یوں ڈھل گئے جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ اور دل یقین اور معرفت کی لذت سے بھر گیا اور ہر ایک بُری بات سے یک قلم نفرت ہو گئی اور وہ ٹھنڈک مہینوں مجھے قلب میں محسوس ہوتی رہی اور عبادت کا وہ ذوق و شوق پیدا ہوا کہ شب بیداری، تہجد اور نمازوں میں خشوع وخضوع کا وہ عالم ہوا کہ کسی طرح ان چیزوں سے میری ہی نہ ہوتی تھی غرضیکہ تقویٰ اور عبادت کا ایسا رنگ غالب ہوا کہ ہم نشینوں کو حیرت ہو گئی۔ صحیح راستے پر لگنے سے دماغ کے فطری جوہر بھی کھلنے لگے۔

سب سے پہلے انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر ان کا لیکچر ''قرآن اور سائنس'' پر ہوا۔ لوگ ہنستے تھے کہ خواجہ صاحب نے کیا بولنا ہے مگر خواجہ صاحب بولے اور ایسا بولے کہ جلسہ دنگ رہ گیا۔

خدا کی شان وہ دہریہ منش خواجہ جو عیسائی ہونے جا رہا تھا۔ حضرت مرزا غلام احمد کے فیضانِ روحانی سے وہ علم و معرفت حاصل کرتا ہے کہ یورپ میں صدہا عیسائیوں اور دہریوں کو دینِ حقہ میں لانے کا موجب بنتا ہے۔ وہ جو دنیا طلبی اپنا مذہب رکھتا تھا دنیا کو لات مار کر دین کو اس طرح مقدم کرتا ہے کہ چلتی ہوئی ہزار روپے ماہوار کی وکالت چھوڑ کر پردیس میں ڈیرے لگاتا ہے۔ وہ جو خدا سے بھاگا پھرتا تھا راتوں کو تہجد میں اس کی آہ وزاری کی آوازیں عرش تک پہنچنے لگیں۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حضرت مرزا صاحب کے علم کا فیض مجھے انگلستان میں بھی برابر پہنچتا رہا ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ انگلستان میں دہریوں کی ایک ادبی مجلس میں خدا کی ہستی پر میرا لیکچر تھا۔ لیکچر کے بعد پانچ پانچ منٹ سوال و جواب کے لئے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ خدا کی ہستی پر اکثر مباحثہ دہریوں سے ہو جو منکر خدا ہیں تو انکار کے رنگ میں اعتراض کر دینا تو پانچ منٹ میں بہت مشکل کام ہے۔ لیکن خدا کا یہ فضل تھا کہ جس وقت وہ اعتراض کرتے تھے تو جواب میرے پاس گھڑا گھڑایا تیار ہوتا تھا۔ وجہ یہ کہ ان تمام اعتراضوں کے جوابات حضرت صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھے ہوئے تھے۔ جو میں نے پڑھے ہوئے تھے اور مجھے یاد تھے۔ وہ جواب سن کر دہریوں میں کھلبلی مچ گئی اور مباحثہ ختم ہونے کے بعد انہوں نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور شکریہ ادا کیا کہ آج آپ نے ہمیں نیا علم دیا ہے لیکن میں دل ہی دل میں حیران تھا کہ الٰہی ایک گمنام گاؤں کا رہنے والا شخص نئے سے نئے زمانہ کے معترضین کے اعتراضوں کا جواب آج سے سال ہا سال قبل لکھ گیا اور حالت یہ تھی کہ آپ نے نئے زمانہ کے علوم کو مطلق پڑھا نہ تھا۔ انگریزی آپ قطعاً نہ جانتے تھے۔ بڑے بڑے شہروں کی علمی سوسائیٹیوں سے آپ بالکل بیگانہ

تھے۔اخبار بین آپ نہ تھے پھر کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے کہ یہ علوم آپ کو خدا کی طرف سے نہیں ملے جس طرح حضرت مرزا صاحب نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر یہ شعر لکھا تھا کہ:

امّی و در علم و حکمت بے نظیر

زیں چہ باشد حجتے روشن ترے

وہی بات آج ہمیں نظر آتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے آپ کا ایک غلام کس طرح ایک گمنام گاؤں قادیان میں ان علوم کا وارث ٹھہرتا ہے۔

خواجہ صاحب فرماتے تھے کہ شروع میں ایک دفعہ پادری زویمر نے ہمارے خلاف انگلستان میں بڑا پروپیگنڈہ کیا تو رؤیا میں میں نے حضرت مرزا صاحب کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں اور میری ٹانگوں کو زور سے دبایا اور فرمایا کہ میں نے پادریوں کے مقابلہ میں تمہاری ٹانگوں کو خدا کے فضل سے مضبوط کر دیا ہے۔ انشاء اللہ اب متزلزل نہ ہوں گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہم اس پادری پر غالب آئے اور ہمارے قدم انگلستان میں بیش از بیش جم گئے۔

حضرت صاحب نے ایک کشف جو ۱۸۹۱ء میں دیکھا اور جو ''ازالہ اوہام'' میں آپ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

''میں نے دیکھا کہ میں شہر لندن میں ایک منبر پر کھڑا ہوں اور انگریزی زبان میں ایک نہایت مدلل بیان سے دین کی صداقت ظاہر کر رہا ہوں۔ بعد اس کے میں نے بہت سے پرندے پکڑے جو چھوٹے چھوٹے درختوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے رنگ سفید تھے اور شاید تیتر کے جسم کے موافق ان کا جسم ہوگا''۔

اور یہ بھی آپ نے لکھا تھا آخری زمانہ میں مغرب سے طلوع شمس کی جو خبر حدیثوں میں آئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کا سورج مغرب ممالک سے طلوع ہوگا۔

اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا چنانچہ خواجہ صاحب نے انگریزوں کی شکل میں سفید پرندے پکڑنے شروع کر دیئے اور ان کی جدوجہد سے جناب الٰہی سے یہ دوسری نصرت آپ کو عطا ہوئی کہ لارڈ ہیڈلے جیسا باوقار انسان آپ کے ہاتھ میں اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھا۔ ان کے علاوہ سر عبداللہ آرچی ہیملٹن، سر عمر ہیوبرٹ، مسٹر محمد مارماڈیوک وغیرہ بڑی بڑی ہستیاں آپ کے ذریعہ حلقہ بگوش دین ہوئیں۔ جس پر انگلستان اور برصغیر ہندو پاک بلکہ تمام دنیا میں بہت بڑا شہرہ ہوگا۔ اور خواجہ صاحب کی کوششوں کو چاروں طرف عزت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔

لارڈ ہیڈلے کا مذہب تبدیل کرنا تھا کہ انگریزوں کے تعلیم یافتہ اور فہمیدہ طبقہ کے لئے دین حقہ میں آنے کا ایک دروازہ کھل گیا۔ اور پے در پے کئی انگریز نئے دین میں شامل ہو گئے جس سے مذہبی دنیا میں ووکنگ مشن اور جماعت احمدیہ کا وقار بڑھ گیا اور وہ جو مذہبی حلقہ کے دلوں میں ایک رعب تھا کہ دین یورپ کے سائنسدانوں اور مادہ پرستوں پر اثر نہیں کر سکتا۔ وہ جاتا رہا اور دین کی صداقت و معقولیت پر دلوں میں از سر نو راایمان ہو گیا۔

اسی دوران خواجہ صاحب نے ایک ماہوار انگریزی رسالہ جاری کیا جس میں دین کے محاسن اور پاکیزہ تعلیمات کو آپ نے اس خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا کہ خواہ مخواہ پڑھنے والوں کے دلوں کے لئے دین کی طرف کشش کا موجب ہوا۔ اس وقت خواجہ صاحب ووکنگ میں اکیلے کام کرتے تھے اور خود ہی رسالہ کے مضامین لکھتے۔ خود ہی اسے چھپواتے اور بنڈل باندھ کر اور اپنی پیٹھ پر لاد کر خود ہی ڈاک خانہ میں لے جاتے تھے۔ ان کی اس بے نفسی اور محض للہ محنت کشی کو اللہ تعالیٰ نے چار چاند لگا دیئے اور نہ صرف ان کے منشی نور احمد جو ایک متقی بزرگ تھے اور وکالت کے کام میں ان کے منشی رہ چکے تھے ان کی امداد کے لئے ووکنگ پہنچ گئے۔ بلکہ اور رنگ میں بھی ان کی نصرت و امداد اللہ تعالیٰ نے کی۔

۱۹۱۴ء میں خواجہ صاحب مشن کے لئے مالی امداد حاصل کرنے کی غرض سے وطن واپس آئے اور حضرت مولانا صدرالدین صاحب ان کی جگہ کام کرنے کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ اور انہوں نے بھی خواجہ صاحب کی طرح تکالیف اٹھا کر اعلائے کلمۃ اللہ کو جاری رکھا اور خدا نے انہیں بھی بہت بڑی کامیابیاں عطا کیں جن کی تفصیل اس مضمون کا موضوع نہیں۔

خواجہ صاحب نے واپس آ کر گھر میں آرام نہیں کیا بلکہ جگہ جگہ جا کر ووکنگ مشن کے لئے ہندوستان کے نوابوں اور روسا سے امداد حاصل کی۔ اس کے علاوہ

انہوں نے جماعت کے اندرونی اختلافات پر بھی بہت کچھ لکھا اور حضرت صاحب کی اصل پوزیشن اور صحیح اعتقادات کو واضح کیا۔ احمدیت پر آپ کے آخری ایام کی تصنیف کردہ کتاب ''مجددِ کامل'' قابل قدر ہے۔ جس میں آپ نے ایک طرف تو جماعت احمدیہ کو باہمی اخوت بڑھانے کی تلقین کی اور یہاں تک لکھا ہے کہ خدمتِ دین میں تم چین ماچین تک چلے جاؤ مگر تم ناکام ہو، جب تک تم اخوت میں ترقی نہیں کرتے۔ اور دوسری طرف خدمتِ دین کے لئے احمدیت کو اس رنگ میں پیش کرنے پر زور دیا ہے جس طرح جماعت احمدیہ حضرت مرزا صاحب کے وقتوں میں آپ کو پیش کرتی تھی۔

۱۹۱۷ء میں خواجہ صاحب پھر انگلستان تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا صدر الدین صاحب واپس آ گئے لیکن پھر ۱۹۱۹ء میں خواجہ صاحب کو دینی اغراض کے لئے غیر ممالک کا سفر کرنا پڑا اور حضرت مولانا صدر الدین کو دوبارہ وہاں جانا پڑا۔ خواجہ صاحب کو ان سفروں میں خاصی کامیابی حاصل ہوئی جہاں کہیں بھی گئے بڑے تپاک سے ان کا استقبال کیا گیا۔ ان کے مسحور کن لیکچروں سے ایک دنیا مسخر ہوگئی۔ اور مشن کے لئے خاصی امداد حاصل ہوئی جس کے بعد خواجہ صاحب پھر ۱۹۲۱ء میں ووکنگ پہنچ گئے۔

ووکنگ میں کام کرنے سے خواجہ صاحب کی صحت خراب ہوگئی۔ آپ بیماری کی حالت میں مشن کا کام دوسروں کے سپرد کر کے واپس چلے آئے اور یہیں ۲۸ دسمبر ۱۹۳۲ء لاہور میں بیماری کی حالت میں کام کرتے ہوئے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خواجہ صاحب نے نہ صرف لیکچروں اور ریویو کے ذریعہ دین کا پیغام دنیا کو پہنچایا بلکہ انگریزی اور اُردو میں کئی اعلیٰ درجہ کی تصانیف بھی کیں جن میں سے حسبِ ذیل کتابیں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

Towards Islam :(1)

Sources of Christianity :(2)

The Ideal Prophet (3)

The Threshold of Truth :(4)

The Existance of God :(5)

Woman in Islam :(6)

The Greatest of the Prophet :(7)

Message of Islam :(8)

اس کے علاوہ کئی چھوٹے چھوٹے رسائل بھی آپ نے تصنیف کئے۔

اعلائے کلمتہ اللہ کا جذبہ خواجہ صاحب کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ مرض الموت میں بھی انہوں نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ ترک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جب اٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکتے تھے اور قلم ہاتھ میں پکڑنے کا یارا نہ رہا تو اپنے بھائی خواجہ عبدالغنی صاحب کو مضامین لکھواتے رہے۔ حتیٰ کہ آخری دم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

عبادت گذاری اور زہد و تورع کے لحاظ سے بھی خواجہ صاحب کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ اور وہ پنجوقتہ نمازوں اور تہجد گذار ہونے کے علاوہ بھی خاصہ وقت عبادت الٰہی میں گذارتے تھے اور سچی بات یہ ہے کہ ان کی دینی سرگرمیاں اور رات دن کا مشغلہ سب عبادت ہی عبادت تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں انہیں قرب کا جو درجہ حاصل ہوا اس نے انہیں صاحب کشف بھی بنا دیا تھا۔ یہ سب کچھ درحقیقت حضرت بانی سلسلہ کے انفاس قدسیہ اور فیوض روحانی کا نتیجہ تھا جن کی صحبت نے آپ کو کیمیا بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مراتب کو بلند سے بلند تر فرمائے اور ہم سب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

۳۰ دسمبر ۱۹۳۲ء کو خطبہ جمعہ میں امیر مرحوم مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ کمال الدین صاحب کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحب کی عظیم الشان خدمات اور ان کی زبردست قوتِ ایمانی کا تفصیلاً ذکر کیا اور اپنے اور خواجہ صاحب کے تعلقات کے ذکر میں فرمایا:

''ایسے انسانوں کو جن کے نام آسمان پر روشن ہو جائیں مٹی کے نیچے دفن کرنے سے فرق نہیں آتا۔ میرا ذاتی تعلق ان سے ایک لمبے عرصے سے تھا۔ ۱۸۹۴ء میں میری ان سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت ہم دونوں اکٹھے اسلامیہ کالج میں پڑھاتے تھے۔ ویسے انہوں نے بی اے کا امتحان مجھ سے ایک سال پہلے دیا تھا۔ وہی میری بیعت کا بھی موجب ہوئے گو حضرت مرزا صاحب کا علم مجھے پہلے سے ہی تھا اور اسی وقت سے محبت پیدا ہوگئی تھی اور آپ کے دعویٰ کی تصدیق بھی کرتا تھا۔ ابتداء ہی میں میں نے جب آپ کی کتاب ازالہ اوہام دیکھی تو آپ کی

صداقت میں کوئی شبہ نہیں ہوا۔ہم دونوں بھائی مولوی عزیز بخش صاحب اور میں اس کے گواہ ہیں کیونکہ ہم دونوں اکٹھے پڑھتے تھے اور دونوں کی قلبی کیفیت ایک ہی تھی۔تیسرے ہمارے والد بزرگوار بھی تھے لیکن حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں شامل ہونے کے محرک یہی محترم دوست تھے جن کا ذکر میں کر رہا ہوں۔وہ مجھ سے پہلے بیعت کر چکے تھے اور وہی مجھ کو ۱۸۹۷ء میں قادیان لے گئے اور وہاں پہنچ کر میں حضرت صاحب کی بیعت میں شامل ہو گیا۔میں اس حقیقت کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ بیعت سے میرے اندر ایک بھاری انقلاب پیدا ہوا۔اس میں شبہ نہیں کہ بچپن سے نماز کی عادت تھی اور والد صاحب کی وجہ سے دینداری کا اثر غالب تھا لیکن حضرت صاحب کی بیعت جب میں نے کی تو پہلی حالت اور دوسری حالت میں ایک بڑا فرق پیدا ہو گیا۔خواجہ صاحب اسی بارے میں میرے راہنما ہیں۔اگر اس پہلی حالت میں پڑا رہتا تو کچھ خدمات کا جو مجھے موقع ملا اور جو روشنی حاصل ہوئی اس سے محروم رہتا اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محترم دوست کا بڑا حصہ ہے اس نیکی میں سے جو مجھے نصیب ہوئی۔یہ ۱۸۹۷ء کا ذکر ہے اس وقت سے ہمارے تعلقات اور بھی گہرے ہو گئے اور خدا کے فضل سے یہ تعلق آخر دم تک قائم رہا''۔

(پیغام صلح ۲۷ جنوری ۱۹۳۳ء)

بڑے اور چھوٹے، عالم و جاہل ہر طرح کے لوگوں کی میں نے نماز پڑھتے دیکھا ہے لیکن جس استغراق، محویت اور خضوع وخشوع سے میں نے خواجہ صاحب کو نماز پڑھتے دیکھا اس نے میرے دل پر گہرا اثر کیا۔اور ایک ایسا نقش قائم کر دیا جو آج تک موجود ہے۔

نماز کی تعریف یہ ہے کہ پڑھنے والا یہ محسوس کرے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر یہ محسوس نہ کر سکے تو یہ خیال تو ضرور اپنے دل میں قائم کر لے کہ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔خواجہ صاحب کی نماز سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ محسوس کر رہے ہیں کہ خدا کو دیکھ رہے ہیں۔بغیر اس احساس کے وہ محویت، وہ استغراق، وہ خضوع وخشوع کی کیفیت پیدا ہی نہیں ہو سکتی تھی۔جس کے ایک مجسم پیکر خواجہ صاحب نظر آ رہے تھے۔

☆☆☆☆

تقریب وصال مسیح موعودؑ

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

مورخہ 26 مئی بروز ہفتہ جامع دارالسلام میں ''**یوم وصال مسیح موعودؑ**'' کی تقریب منعقد ہوئی۔شام 5 بجے سے ہی احباب جامع میں آنا شروع ہو گئے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔تلاوت قرآن مجید کے بعد تنویر شاہد صاحب نے ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھ کر سنائے اور ہماری بہن محترمہ وجیہہ فرحان صاحبہ نے سوزِ دل کے ساتھ منظوم کلام پیش کیا۔

مقررین میں جناب میجر (ر) اعجاز الحق بٹ صاحب نے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں'' پر روشنی ڈالی۔قاری غلام رسول صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی پر روشنی ڈالی اور واضح کیا کہ آپ کو جو کچھ حاصل ہوا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور کامل فرمانبرداری سے حاصل ہوا۔انہوں نے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی تعلیم پر عمل پیرا ہونے سے حاصل ہونے والے فیوض و برکات کا تفصیلی ذکر کیا۔قاری ارشد محمود صاحب نے دجال اور اس کے دجل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلے کا ذکر سامعین کے سامنے پیش کیا۔

آخر میں عامر عزیز صاحب (جنرل سیکرٹری) نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل مشن یعنی تجدید دین کے بارے میں روشنی ڈالی۔انہوں نے دلائل سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیسے دین میں غلو اور غیر اسلامی تعلیمات کے مسائل کو حل کیا۔انہوں نے آخر میں بڑے دلسوز انداز میں اپنی جماعت، ملک اور قوم کے لئے دعا کروائی۔

تقریب کے اختتام پر حاضرین کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خطبہ جمعہ فرمودہ قاری غلام رسول صاحب مورخہ 10 مئی 2013ء بمقام جامع دارالسلام، لاہور

ترجمہ: ''اور پہلے سبقت لے جانے والے مہاجرین اور انصار میں سے اور وہ جنہوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اور اس نے ان کے لئے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ انہی میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے''۔ (سورۃ التوبہ آیت نمبر 100)

معزز قارئین کرام یہ مہینہ جمادی الثانی کا ہے۔ اس کی 22 تاریخ کو خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یوم وفات ہے۔ اس لئے آج کے خطبہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل و حالات واقعات بیان کئے جائیں گے۔ پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ صحابی کسے کہتے ہیں؟ اور پھر صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کیا مقام ہے؟ صحابی اس خوش نصیب کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں اللہ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو اور آپ کی صحبت کا فیض اٹھایا ہو اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ صحابہ کرامؓ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں اور ان کو کامل ایمان اور جنتی قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کا ادب واحترام ایمان کا لازمی تقاضہ ہے۔ تمام صحابہ کا ذکر خیر کے ساتھ کرنا چاہیے کیونکہ وہ اسلام کے اولین مخاطب اور وحی نبوت کے عینی شاہد ہیں۔ ہمیں اسلام صحابہ کرام کی قربانیوں کی وجہ سے ملا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطاؤں کو معاف کر کے ان کو معیاری اور نمونے کے لوگ قرار دیا اور سب صحابہ سے حسنِ خاتمہ کا وعدہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے:

''یقیناً اللہ نے ان کو معاف کر دیا اللہ بخشنے والا حلم والا ہے''۔

(سورۃ آل عمران آیت نمبر 155)

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے:

''اور سب سے اللہ نے اچھا وعدہ کیا ہے''۔ (سورۃ النساء آیت نمبر 95)

اس کی تشریح میں مولوی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جماعت اسلامی میں دونوں قسم کے لوگ رہیں گے ایک وہ بلند مرتبہ لوگ جو جہاد میں لگے رہتے ہیں ان کے مال اور ان کی جانیں دین اسلام کی خدمت کے لئے وقف ہوئی ہیں۔ دوسری جو وہ لوگ جو دنیا کے کاموں میں زیادہ منہمک رہتے ہوئے احکام خداوندی کو بھی بجا لاتے ہیں اور اپنے مالوں میں سے ضروری حق ادا کرتے رہتے ہیں۔ دونوں کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ ان کا انجام اچھا ہوگا مگر جہاد کرنے والوں کے بلند مراتب سے ان دوسرے لوگوں کو کچھ نسبت نہیں مگر یہ عامہ حالات کا ذکر ہے۔ خاص صورتوں میں بعض وقت ضروریات قومی ایسی پیدا ہو جاتی ہیں جب ہر ایک متنفس کے لئے جہاد کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں قدم پیچھے ہٹانے والا عذاب کے نیچے ہوتا ہے جیسا کہ جنگ تبوک میں جو لوگ بلاوجہ پیچھے رہ گئے ان پر عذاب ہوا۔ (صفحہ 165)

صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات کے بارے میں جو کچھ ہمیں تاریخ سے ملتا ہے ہمیں اس میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں یہ کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے حسنِ خاتمہ کا وعدہ فرمایا اور ان کی لغزشوں سے درگزر فرمایا اور انہیں اپنی رضا کا مژدہ سنایا۔ اگر والدین میں اختلاف ہو جائے تو اولاد کو یہ حق نہیں کہ ان کی بے ادبی کرے۔ تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ نے اسلام کے لئے بے پناہ قربانی دی۔ آپ سفر و حضر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ شب ہجرت غار ثور میں اور سفر ہجرت میں آپؐ کے با اعتماد ساتھی رہے۔ قرآن کریم میں آپؐ کے سفر ہجرت میں غارِ ثور کے قیام کا نقشہ کھینچا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے:

''اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو یقیناً اللہ نے اس کی مدد کی جب اس کو کافروں نے

نکال دیا (اس حال میں کہ) وہ دو میں کا دوسرا تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے جب اس نے اپنے رفیق کو کہا غمگین نہ ہو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ سو اللہ نے اپنی تسکین اس پر اتاری اور اس کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نہ دیکھتے تھے اور ان لوگوں کی بات کو جو کافر تھے نیچا دکھایا اور اللہ کی بات ہی بلند ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے''۔ (سورۃ التوبہ آیت نمبر 40)

مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''وہ واقعہ جس کا یہاں ذکر ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے مدینہ کو ہجرت کا واقعہ ہے۔ آپ کے قتل کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ قاتلوں کا جتھا آپؐ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے کھڑا تھا اس حالت میں آپؐ ان کے درمیان سے نکلتے ہیں اور یہ دونوں ساتھی رات کی تاریکی میں نکلتے ہیں۔ تیسرا رتبہ اذھما فی الغار کا بیان کیا ہے۔ یہ غار ثور ہے جو مکہ سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ رات کے وقت غار میں جا کر چھپنا کس قدر خطرات سے پُر ہے۔ اور غار بھی نہایت بے آباد اور سنسان مقام میں جہاں انسان کا گذر نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس غار میں پہلے داخل ہوئے اور اس کے سارے سوراخوں وغیرہ کو بند کیا اور ہاتھ پھیر کر اندر سے صاف کیا تب اس بات کا اطمینان کر کے کہ کوئی موذی جانور اندر نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر داخل ہونے دیا اور اس تاریک پُر خطر جگہ میں یہ دونوں ساتھی چھپے۔ آخر کار دن چڑھا کفار کو پتہ لگا ہر طرف تلاش شروع ہوئی۔ سراغ غار کے منہ تک پہنچا ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اوپر پاؤں کی آہٹ سنی تو آپؓ کو نہ اپنے لئے بلکہ اس پیارے رفیق کے لئے جس کی خاطر سب کچھ قربان کر رکھا تھا۔ فکر ہوا کہ اب گریز کی کوئی جگہ نہیں۔ دو آدمی غار کے اندر ہیں اور دشمنوں کا جمگھٹا اس کے منہ پر اس حالت میں وحی الٰہی تسکین کا کام دیتی ہے۔ ہم دو نہیں بلکہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ کیا عجب شانِ خداوندی ہے کہ ایک مکڑی غار کے منہ پر جالا تن دیتی ہے اور تلاش کرنے والے سراغ رسائی کرتے ہوئے غار کے منہ تک پہنچتے ہیں اور وہاں جالا دیکھ کر واپس ہو جاتے ہیں مکڑی کا جالا جو اوھن البیوت ہے وہ کام دے جاتا ہے جو ایسے اوقات میں بڑے بڑے مضبوط قلعے نہیں دے سکتے یہ نصرت الٰہی کا نظارہ تھا۔

خطاب ثانی اثنین:

ان اللہ معنا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر صریح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ (جلد اوّل صفحہ 346)

اس کے علاوہ بھی کئی آیات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور آپ کی دینی خدمات کا ذکر ہے۔ سورۃ النور کی آیت 22 کا ترجمہ ہے:

''اور تم میں سے بزرگی اور وسعت والے لوگ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے اور اللہ حفاظت کرنے والا رحم کرنے والا ہے''۔

یہ آیت بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی اس سے پہلی آیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا ذکر ہے اور آپ کی پاکیزگی کی گواہی ہے۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ مسطح جو تشہیر افک میں ملوث ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ یا ہمشیرہ کا بیٹا تھا۔ بدر میں شامل تھا اور فقراء مہاجرین میں سے تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی امداد کرتے تھے۔ قصہ افک میں ملوث ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی امداد بند کردی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فضل والا یعنی بلحاظ دین بزرگی والا اور وسعت والا یعنی مال دینوی کے لحاظ سے فراخ دست فرمایا ہے اور یہ حکم دیا کہ امداد سے ہاتھ نہ روکو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امداد جاری رکھی، کس قدر فراخ دلی کی یہ تعلیم ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی پر اتنا بڑا اتہام باندھا جاتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی یہ وحی ابوبکرؓ کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے کہ طوفان باندھنے والوں کی امداد سے ہاتھ نہ روکو۔ کس قدر بڑے دل کا انسان یہ رسول ہے جس کی بیوی پر طوفان باندھا جاتا ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے کہ طوفان باندھنے والوں کی امداد سے کنارہ کشی نہ کی جائے اور کس قدر وسعت قلب اس کے اس شاگرد کی ہے کہ بیٹی پر بہتان باندھنے والے کی امداد بھی کرتا ہے۔ (جلد اوّل صفحہ 651)

احمدیت کی فضیلت

از: پروین چوہدری صاحبہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کو یہ نوید دینا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جو احمد نام کا ہوگا۔ قرآن کریم سے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احمد نام کی تصدیق ہوتی ہے۔ ''یعنی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا نام تو خود نہیں رکھا۔ والدین کی دین ہے۔ مگر علم کے ساتھ جب شور حاصل ہوا اور خدائی رازوں سے آگاہی حاصل ہوئی تو اپنے نام کو اپنے لئے فخر کا باعث سمجھا۔ غلام احمد یعنی مسیح موعود علیہ السلام نے احمد کا غلام بن کر جو رفعت اور فضیلت زمانے میں حاصل کی اور خدا کے ہاں عبادات اور ریاضت میں جو مقام پایا وہ زمانے کی مکروہ صورت کو ایسا پاکیزہ کر گئے کہ ان کے اعمال صالحہ اور دین کی خدمت ایسی روشن مثال بنا گئے کہ صحبت صالحین کی زندہ مثال نورالدین ہندی سے لے کر موجودہ زمانے کے آگابرین سامنے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دین کی تجدید کے لئے جو بے مثال لٹریچر پیدا کیا اس کی سچائی اور پرکھ خود اپنے عمل سے ثابت کی۔ ولی، صالحین اور مجددین کو ان کے اپنے زمانے میں پہنچان کم ملتی ہے مخالفت زیادہ ملتی ہے۔ مگر ان کا زہد و تقویٰ اور ان کی پاکیزہ زندگی آہستہ آہستہ راستہ بناتی چلی جاتی ہے۔ وہ تو اپنا کام مکمل کر کے رخصت ہو جاتے ہیں مگر وقت اور حالات ان کی پہنچان مکمل کرتے چلے جاتے ہیں۔

ہم احمدی لوگ اپنے اپنے خاندان کے بزرگوں کے حالات زندگی پر نظر ڈالیں تو جماعت کے بزرگان کی حیثیت ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ جیسی عالمگیر شخصیت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو اپنی تحریرات اور تفاسیر سے روشن رکھے ہوئے ہیں۔ احمدی لوگ اپنے کردار سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی نماز کی پختہ عادات اور لمبے سجدوں میں دعا کرنا انہیں دوسروں سے ممتاز کرتا ہے۔ دعا پر کامل یقین احمدیوں کا وصف ہے۔ یہ بات ہمارے پیر و مرشد حضرت مرزا غلام احمد نے سکھائی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام کرتے کہ پاؤں سوج جاتے اور سجدے اتنے لمبے ہو جاتے کہ حضرت عائشہ سمجھتیں کہ شاید آپ سجدے میں سو گئے ہیں۔

جھوٹ اور سچ کی تمیز انسان کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ سچے انسان کے چہرے پر ایک روشنی ہوتی ہے۔ جھوٹا انسان منہ چھپاتا ہے۔ اپنے بچوں میں سچ کی عادت ڈالئے۔ ڈنکے کی چوٹ پر کہیے کہ آپ احمدی ہیں اور الحمدللہ مسلمان ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اس پر ایمان رکھئے۔

اپنے بزرگوں کے کردار پر نظر ڈالئے۔ خواجہ کمال الدین کے پاس کیا کوئی جناتی طاقت تھی جو انگلستان جیسے ملک میں جا کر مسجد بنا ڈالی اور اسلام کی تعلیم دی۔ یہ ان کی ایمانی قوت تھی جو لارڈز تک کو اسلام کی حقیقت تسلیم کرنا پڑی۔ مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس مسیح موعود علیہ السلام کی تھپکی اور خدائی تائید حاصل تھی۔ جو دنیا میں بے نظیر تفسیر قرآن اور دوسرا لٹریچر پیدا کیا۔ یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں میں صحیح اسلام کی تصویر پیش کریں۔ احمدیت کوئی نیا دین نہیں ہے۔ صرف اسلام کی صحیح اور سچی تصویر ہے۔ جو وقت کے امام نے اس عیسائیت کے اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہندوستانیوں کو روشنی دکھائی اور اپنے کردار و عمل سے اسلام کی حقیقت پیش کی۔

احمدی کی کیا یہ فضیلت کم ہے کہ آج جو ہر جگہ نہ صرف مردوں کی محفلوں میں بلکہ عورتوں میں فیشن کے طور پر بھی درسِ قرآن دیا جا رہا ہے۔ وہ احمدیوں کی بنا رکھی ہوئی ہے۔

یہ فضیلت بھی ایک احمدی کے حصے میں آئی کہ فزکس کے میدان میں نوبل انعام ڈاکٹر عبدالسلام کو ملا۔

آیئے میرے ساتھ عہد باندھیئے۔ ہمارے جو بچے ہیں یہ احمدیت کا مستقبل ہیں۔ ان کے فکر و عمل میں ایسی سچائی بھر دیں کہ ان کا کردار دوسروں کے لئے راہ عمل کی روشنی بن جائے۔ لوگ نہ صرف ان کی تعریف کریں بلکہ ان کے نقش قدم پر چلنے کی شعوری کوشش کریں۔ یہ جس فورم پر بھی بات کریں۔ بحثیت احمدی ڈنکے کی چوٹ پر کہیں۔ سچائی کی یہ راہ ان کو وہ ستارہ بنا دے گی جس سے راستہ ملتا ہے۔ یہ چھوٹے بچے وہ جگنو بن جائیں جو وقت کے اندھیرے میں بلبلوں کو راستہ دکھائے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ ان احمدی بچوں کو فضیلت کے معنی سمجھ میں آجائیں اور یہ واقعی زمانے میں احمدیت کی ابھرتی ہوئی قوت بن جائیں۔ آمین

درس قرآن ۔ ۲۶

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: **"بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے اُدل بدل میں، اور کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے چلتی ہیں، اور پانی میں جو اللہ آسمانوں سے اُتارتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے، اور یہ کہ اُس نے زمین کے اندر ہر قسم کے جانور پھیلائے ہیں، اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں، اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے، ان لوگوں کے لئے یقینی نشان ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں"۔**

یہ سورۃ بقرہ ۲ کے بیسویں رکوع کی پہلی آیت ہے۔ اس سے پچھلی آیت نمبر ۱۶۳ تھی **"ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن اور رحیم ہے"**

اس آیت میں جو لفظ "الٰہ" آیا ہے اس کی تشریح میں پہلے کر آیا ہوں کہ اس جامع لفظ میں تین معنے ہیں:

(۱) معبود یعنی وہ ذات جس کی فرمانبرداری کی جائے۔

(۲) محبوب ۔ وہ فرمانبرداری محبت سے ہو کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی فرمانبرداری کے لئے کہتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ سر اسر انسان کا فائدہ ہے کہ اپنے خالق کی فرمانبرداری کر کے ہی انسان اس کی ربوبیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور ان اعلیٰ مقامات کو پا سکتا ہے جس کے لئے اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ان انعامات کو پا سکتا ہے جو اس نے انسان کے لئے تیار کئے ہیں۔ اس لئے اس محسنِ اعظم کی فرمانبرداری محبت سے ہونی چاہیے۔ نہ صرف اس کے ان گنت احسانوں کی وجہ سے بلکہ اس لئے بھی کہ جو فرمانبرداری محبت سے کی جائے اسی سے بہترین فائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً جو بچہ اپنے ماں باپ کو اپنا محسن سمجھ کر ان کی فرمانبرداری محبت سے کرے گا وہی ان کی ربوبیت یعنی تربیت سے بہترین فائدہ اٹھا سکے گا۔ اور جو رو دھو کر یا ماریں کھا کر کرے گا وہ بہترین فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔ تو یہ تو "الـــہ" کے پہلے دو معنے ہو گئے یعنی معبود اور محبوب۔ اور تیسرے معنی مقصود یا مطلوب کے ہیں یعنی انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کو پانا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا اور اپنے اندر وہ خوبیاں پیدا کرے گا۔ جو اس فرمانبرداری سے حاصل ہو سکتی ہیں وہی اللہ تعالیٰ کا قرب یا وصال پا سکے گا۔

پچھلی آیت یعنی "تمہارا اللہ صرف ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اللہ نہیں وہ رحمان اور رحیم ہے"۔ میں تاکید اور زور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ہے اور اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں بنیادی فرق توحید اور شرک کا ہی ہے۔ فرمایا کہ وہ رحمان ہے۔ دوسری جگہ فرمایا:

"قرآن اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے ماتحت نازل ہوا" کہ جس طرح اس نے تمام دنیاوی اور جسمانی ضروریات جو تمہاری ہیں وہ تمہارے بن کہے اپنے رحم سے پوری فرمائی ہیں۔ اسی رحمانیت کے جوش سے اس نے تمہاری اخلاقی اور روحانی ضروریات پورا کرنے اور تمہیں تمہاری پیدائش کا مقصد بتانے اور اس کی طرف راستہ بتانے کے لئے قرآن کو نازل فرمایا۔ شرک جو تمام دنیا میں پھیل گیا ہے اس کو غلط اور جھوٹا ثابت کر کے اس نے اسی رحمانیت سے توحید کو دوبارہ اس قرآن کے ذریعہ سے قیامت تک کے لئے زمین میں قائم کیا۔ اور وہ رحیم بھی ہے، یعنی اس قرآن پر اگر تم عمل کرو گے تو وہ کبھی نہ ختم ہونے والی دینی اور دنیاوی اور اگلے جہان کی نعمتوں سے تم کو ابدی خوشی اور راحت کی زندگی بخشے گا۔ اس آیت

میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی زبردست دلائل ہیں کہ نہ تو انسان ایک سے زیادہ خداؤں کی فرمانبرداری کرسکتا ہے جس لئے کہاوت ہے You can not serve two masters ''یعنی تم دو آقاؤں کی فرمانبرداری نہیں کر سکتے'' نہ اللہ کے سوا کوئی رحمان اور رحیم ہے جس کے احسانوں کی وجہ سے اس سے محبت کی جائے۔ اور نہ انسان ایک سے زیادہ خداؤں کو پانے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا سکتا ہے۔ مثلاً جو انسان ایک سے زیادہ قصبوں کو پانے کے لئے مختلف سمتوں میں بھٹکتا پھرے گا وہ کبھی اپنی منزل کو نہیں پا سکے گا خصوصاً جبکہ وہ قصبے اصل منزل نہ ہوں بلکہ اصل منزل کوئی اور ہو۔

اُسی توحید کے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے آج کے سبق میں فرمایا کہ تمہارے چاروں طرف کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے یقینی نشان ہیں۔ پہلے تو لیا آسمانوں اور زمین کی پیدائش کو۔ ہماری زمین کس قدر بڑی اور عجائبات سے پُر ہے! مگر یہ کل کائنات میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی کہ تمام زمین کے اَن گنت ذرّوں میں ایک ذرّہ، سائنس کے انکشافات انسان کی عقل کو دنگ کر دیتے ہیں۔ کائنات کی وسعت یعنی لمبائی چوڑائی اور فاصلوں کو جو اس قدر زیادہ ہیں کہ کوئی دنیاوی طریق ماپنے کا نہیں۔ سائنسدانوں نے روشنی کی رفتار سے ناپنے کی کوشش کی ہے کیونکہ روشنی ہی وہ واحد چیز ہے جو کائنات کے ستاروں اور سیاروں سے ہم تک آتی ہے۔ اور ہم میں اور باقی کائنات میں یہی واحد Link یا تعلق ہے۔ سو روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل چلتی ہے۔ اس کو ساٹھ سے ضرب دیں تو وہ فاصلہ بنا جو روشنی ایک گھنٹے میں طے کرتی ہے اسے پھر چوبیس سے ضرب دیں تو وہ فاصلہ بنا جو روشنی ایک دن میں طے کرتی ہے۔ اسے پھر ۳۶۵ سے ضرب دیں تو وہ فاصلہ بنا جو روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے۔ اسے سائنسدان ایک Light year یا روشنی کا سال کہتے ہیں۔ تو اب تک کائنات کی لمبائی چوڑائی جو معلوم ہوئی ہے وہ اس قدر ہے کہ روشنی ستر ارب سال میں اس فاصلہ کو طے کرتی ہے۔ اور چاروں طرف یہی فاصلے ہیں۔ اور ساتھ ہی سائنسدانوں نے یہ پتہ لگایا ہے کہ تمام کائنات ایک ہے اور ایک ہی قانون کی فرمانبرداری کر رہی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی توحید پر زبردست دلیل ہے۔

پھر فرمایا:

''یعنی رات اور دن کے اَدل بدل میں بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے نشان ہیں'' اس تمام وسیع و عریض کائنات میں اپنے نظامِ شمسی کو دیکھو۔ کیا زبردست نظام ہے کہ سورج جس کی سطح پر ایک ارب ہائیڈروجن بموں کی آگ اور Energy (طاقت) ہر آن پیدا ہو رہی ہے اس سورج جیسی عظیم الشان اور زبردست طاقت اور بھڑکتی ہوئی آگ کو کیا انسان کے کام میں جکڑ دیا گیا ہے کہ کیا مجال ہے کہ انچ بھر اِدھر اُدھر ہو ورنہ تمام نظام شمسی درہم برہم ہو جائے۔ اور اس زمین پر تمام زندگی خواہ وہ انسان کی جسمانی زندگی ہو یا حیوانات، نباتات اور جمادات کی اس کا انحصار سورج سے آنے والی طاقت Energy اور روشنی اور حرارت پر ہے۔ زمین اور سورج کا فاصلہ ذرہ کم ہو تو اس زمین کی تمام چیزیں جل بھن کر ختم ہو جائیں۔ ذرہ زیادہ ہو جائے تو برف جم کر تمام زمین رہنے کے قابل نہ رہے۔ اسی طرح چاند کو نہ صرف رات کے اندھیرے میں روشنی کے لئے بلکہ زمینی زندگی کی کئی چیزوں پر اثر انداز کیا ہے۔ اور سورج، زمین چاند کے ایک دوسرے کے گرد چکر لگانے میں کیا زبردست بندوبست ہے کہ مجال ہے کہ ان کی حرکتوں میں ایک انچ یا ایک سیکنڈ کا فرق آ جائے۔ تبھی تو سائنسدان اس قابل ہوئے کہ رات اور دن کے اَدل بدل کو گھڑی کے سیکنڈ کے حساب سے بتا سکیں اور انسان کو چاند پر اتار سکیں۔ اس رات اور دن کے اَدل بدل کا زمینی زندگی پر کیا اثرات ہیں۔ یہ تو ایک وسیع مضمون ہے مگر ایک موٹا فائدہ اور مقصد تو جاہل انسان بھی جانتا ہے کہ انسان روشنی میں کام کاج بخوبی کر سکتا ہے اور تاریکی میں آرام۔ تو اس زبردست نظام کو باوجود اپنے اختلافات اور تضادات کے ایک مقصد میں جکڑا ہوا ہے کہ انسان کی خدمت کرے۔ کیا یہ ایک بارادہ اور عظیم الشان طاقتوں والے خدا کی ہستی پر نشان نہیں؟

ایک اور عجیب دلیل دی **''اور کشتیوں میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے کے چلتی ہیں''**۔ بظاہر سمندر نے زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ یعنی وہ اختلافِ نسل اور اختلافِ انسانی کا باعث ہے۔ مگر کشتیوں نے ان براعظموں کو جوڑ کر ان اختلافات کو ختم کر دیا۔ اور اس سمندر سے جو بظاہر اختلاف پیدا کرنے والا

ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والے بندوبست کئے ہیں۔ علاوہ تمام میٹھے پانی کے ماخذ ہونے کے جس سے تمام زندگی ہے انسان کی خوراک کا بھی سمندر میں کبھی ختم نہ ہونے کے ذخیرہ ہے۔ اور اس ذخیرہ تک پہنچنے کے لئے سوائے کشتیوں اور جہازوں کے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ پھر بین الاقوامی تجارت اور تمام ضروریات زندگی کو ایک ملک سے دوسرے ملک تک لے جانے کے لئے کشتیاں اور جہاز نہ صرف سستا ترین ذریعہ ہیں بلکہ بوجھل سامانوں کو جن کو ہوائی جہاز نہیں اٹھا سکتے۔ دوسرے ملکوں تک لے جانا اور لانا کشتیوں یا جہازوں سے ہی ممکن ہے۔ کشتیوں یا جہازوں کے پانی پر چل سکنے میں جو قوانین قدرت کام کرتے ہیں وہ کس نے بنائے اور کس کے فائدہ کے لئے؟

پھر فرمایا:

''اور پانی میں جو اللہ آسمان سے اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے''۔ اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ زمین اور آسمان جن میں بظاہر کوئی تعلق نہیں ان میں کس نے یہ موت اور زندگی کا زبردست تعلق پیدا کیا ہے کہ جب زمین مرجاتی ہے تو کون ہے جو سمندر کے کھارے پانی میں میٹھا پانی اٹھا کر آسمان میں لے جا کر وہاں بھاپ کو ٹھنڈا کر کے اور عالمگیر ہوائیں چلا کر اور فضا میں دباؤ پیدا کر کے ابرِ رحمت کو لاتا اور پانی کے رنگ میں برساتا ہے جو مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ نہ صرف زمین کو بلکہ جو جاندار چیز زمین میں ہے خواہ نباتات ہوں خواہ حیوانات ہوں خواہ انسان سب کی زندگی اس پانی سے ہے۔ کھارا اور میٹھا پانی زمین اور آسمان، موت اور زندگی جو بالکل مختلف اور متضاد ہیں ان میں کس نے وحدت پیدا کی ہے؟ پھر فرمایا: ''اور اس نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے ہیں''۔ جس میں توجہ دلائی ہے کہ زمین میں جاندار چیزیں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں، اربوں، کھربوں ہیں (اگر زمین کے اندر کے کیڑے مکوڑے بھی لیے جائیں) تو ان سخت مختلف قسم کے ان گنت جانداروں کا کس نے واحد مقصد یعنی انسان کی خدمت اور انسان کو فائدہ پہنچانا بنایا ہے؟ کیا یہ ایک مدبّر خالق کی ہستی اور توحید کو ثابت نہیں کرتے؟ آخیر میں فرمایا:

''اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں اور بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے''۔ بھی عقل سے کام لینے والوں کے لئے نشان ہیں۔ کون ہے جو بادلوں اور ہواؤں کو ساری زمین پر ایسا ہیر تا پھیرتا ہے کہ جنوبی امریکہ میں فضائی دباؤ پیدا ہوا اور ہوائیں مغرب سے مشرق کو چلیں تو بارش ایشیاء میں ہوتی ہے۔ قطب جنوبی میں کچھ ہو تو اس کا اثر قطب شمالی میں جا کر ظاہر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس عجیب وغریب آیت میں جہاں خدا کی ہستی اور توحید کے زبردست دلائل دیئے ہیں وہاں یہ بھی توجہ دلائی ہے کہ وہ تمام چیزیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے وہ باوجود اپنی زبردست طاقت اور عظمت کے خدائے واحد کی فرمانبردار اور مطیع ہیں۔ تمام کائنات میں ایک ہی قانون کام کر رہا ہے جس کی تصدیق آج سائنس نے کی ہے۔ یہ زبردست اور عظیم الشان کائنات جس کے اندر سورجوں، سمندروں، ہواؤں جیسی تندخو اور طاقتور چیزیں جس اللہ کی فرمانبرداری کر رہی ہیں وہ خود کس عظمت، شان اور جلال اور طاقتوں کا مالک ہے۔ تو اس اللہ کا انسان کیوں نہ فرمانبردار ہو؟ کیا خوب فرمایا ہے کہ عقل سے کام لینے والوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں۔ اس میں ایک اور بھی حکمت کی بات فرمائی۔ وہ یہ کہ وہ تمام زبردست اور طاقتور چیزیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے وہ بے عقل ہیں۔ مگر انسان کو عقل دی گئی ہے۔ اور اس عقل کے استعمال سے یعنی سائنس کی ترقیات سے انسان ان سب زبردست اور طاقتور چیزوں کو مسخر یعنی اپنا فرمانبردار کر لیتا ہے تو انسان کو یہ عقل عطا کرنے والے اور ان سائنس کے علوم کو پیدا کرنے والے کی جو عقل ہے وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ انسان کی عقل اس کے آگے کوئی چیز نہیں اور انسان کو بلاچوں و چراں اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ دوسری چیزیں بے عقل ہیں اس لئے وہ مجبور کر کے فرمانبرداری کرائی جاتی ہیں۔ انسان کو عقل سے کام لیتے ہوئے ان تمام طاقتوں اور انسان کے لئے نعمتوں کو پیدا کرنے والے کو اور اپنے فائدہ کو پہچان کر اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے ورنہ اس کی عقل ماری جائے گی، جیسا کہ دنیا میں قوموں نے ترقیاں کر کے کھودیں اور خود بھی تباہ ہوگئیں، اس لئے کہ ان کی عقل ظاہری باتوں سے آگے نہ بڑھی۔

☆☆☆☆

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

خدا دیکھ رہا ہے

رات کی تاریکی چھائی ہوئی تھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا سارے دن کے تھکے ہارے لوگ نیند کی آغوش میں آرام کر رہے تھے مگر امیر المومنینؓ گشت فرما رہے تھے اچانک ایک گھر سے آواز آئی کہ بیٹی دودھ میں پانی ملا دو بیٹی بولی اماں امیر المومنینؓ کا حکم ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں بولی اس وقت کونسا امیر المومنینؓ دیکھ رہا ہے۔ بیٹی بولی اماں مگر امیر المومنینؓ کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا میں دودھ میں پانی نہیں ملاوں گی۔ بیٹی کی یہ بات سن کر امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ بہت خوش ہوئے۔ صبح کو آپ نے اماں کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ میں آپ کی بیٹی کو اپنی بیٹی (اپنی بہو) بنانا چاہتا ہوں۔ یہ بات سن کر اماں کی آنکھوں میں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے کہاں ہم اور کہاں امیر المومنینؓ۔ مگر پیارے بچوں یہ اس بیٹی کی ایمانداری کا انعام تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے عطا ہوا۔

اقوالِ زریں

☆ سچ ہے کہ ایمانداری میں ہی برکت ہے۔

☆ ایمانداری انسان کے وقار کو بلند کرتی ہے۔

☆ حسد کی آگ ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔

☆ طاقت وار وہ ہے جو معاف کر دے۔

☆ ہمیشہ کی زندگی ایمان کے ساتھ موت پر ہے

☆☆☆☆

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ

سوال نمبر 1: مسجد قبا کس شہر میں ہے۔؟

(۱): مکہ (۲): مصر (۳): مدینہ

سوال نمبر 2: مسجد نبوی کی بنیاد کس نے رکھی؟

(۱): حضرت محمد ﷺ (۲): حضرت عثمانؓ (۳): حضرت عمر فاروقؓ

سوال نمبر 3: جنگ بدر کس ہجری میں لڑی گئی؟

(۱): سات رمضان چھ ہجری (۲): یکم شوال چھ ہجری (۳): دو ربیع الاول چھ ہجری

سوال نمبر 4: ابوالقاسم کس نبی کا لقب ہے؟

(۱): حضرت موسیٰؑ (۲): حضرت عیسیٰؑ (۳): حضرت محمد ﷺ

سوال نمبر 5: حضرت نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم کی پہلی آیت کب نازل ہوئی؟

(۱): 612ء 25 رمضان (۲): 612ء 27 رمضان (۳): 612ء 29 رمضان

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

نیز جوابات sms کے ذریعے بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔ جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

☆ اپنا نام اور شہر کا نام ☆ سوال کا نمبر اور آگے جواب

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر بھیجیں

☆☆☆☆

جماعتی خبریں

وفات حسرت آیات

سرگودھا (چک نمبر 81): تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ ایاز حیات صاحب کی والدہ محترمہ اس جہان فانی سے کوچ کر گئی ہیں۔ ان کی نماز جنازہ عامر عزیز صاحب نے چک نمبر 81 میں پڑھائی۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

کراچی: تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دِلی دُکھ ہوگا کہ انجم شیخ صاحب کی والدہ محترمہ انتقال فرما گئی ہیں۔ ان کی نماز جنازہ میجر (ر) اقبال احمد صاحب نے کراچی میں پڑھائی۔ **''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''**۔ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ملتان: تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ فارقلیط صاحب (واعظ ملتان) انتقال فرما گئے ہیں۔ **''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''**۔ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

فیصل آباد: تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ مبارک احمد صاحب (واعظ فیصل آباد) کی والدہ محترمہ اس جہان فانی سے کوچ کر گئی ہیں۔ **''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''**۔ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

کینیڈا: تمام احباب جماعت کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ نسیم حیات صاحب کی ہمشیرہ کینیڈا میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئی ہیں۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

ہالینڈ: تمام احباب کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ ہمارے نہایت ہی معزز بھائی حاجی محمد فیروز کشن صاحب ہالینڈ میں وفات پا گئے ہیں۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

آپ نہایت ہی مخلص ممبر تھے اور جماعتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

تمام احباب کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ شکور حسینی صاحب ولد اے ایس حسینی صاحب ہالینڈ میں وفات پا گئے ہیں۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

انڈونیشیاء: تمام احباب کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ جناب آربسوکی مولا پرانٹو انڈونیشیاء میں وفات پا گئے ہیں۔ **''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''** اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

انڈیا: تمام احباب کو یہ پڑھ کر دُکھ ہوگا کہ شاہد ممتاز صاحب جو کہ ہمارے مبلغ مفتی ممتاز صاحب کے جواں سال بیٹے ہیں وہ ایک حادثے میں وفات پا گئے ہیں۔

''بے شک ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''

اللہ تعالیٰ ان کے خاندان والوں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔5۔عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

نمی دَانم

محمد صالح نُور مرحوم و مغفور

اصولوں سے بغاوت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم
صداقت سے عداوت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

خدا کی جب رضا ہے بول بالا ہو شریعت کا
شریروں کی حمایت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم

مِرے ماحول میں پھیلے ہیں جرثومے جہالت کے
مجھے خود سے ندامت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم

رسولوں سے سبق سیکھا تھا ہم سب نے اخوت کا
اخوت اک حکایت ہو رہی ہے کیوں، نمی دانم

جنہوں نے سنگ اٹھائے حضرتِ قائد کی عظمت پر
یہاں اُن سے رعایت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم

کوئی تو فرق لازم ہے گلوں میں اور کانٹوں میں
گناہوں کی شفاعت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم

فرستادہ خدا کا جن کو سیدھی راہ پر لایا
انہی سے پھر حماقت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم

ہزیمت سے رہے دو چار جو حق کے مقابل پر
انہیں پھر سے جسارت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم

ترا وعدہ ہے جن سے ”تم سدا اعزاز پاؤ گے“
انہیں تجھ سے شکایت ہو رہی ہے کیوں ، نمی دانم

مسیحِ وقت کا جس دَم زمانہ یاد آتا ہے

حضرت مولانا مرتضٰی خان حسن مرحوم ومغفور

مسیحِ وقت کا جس دَم زمانہ یاد آتا ہے
بہت مشکل سے قابو میں دل ناشاد آتا ہے

کہاں ہے اے مسیحا! تو ہمیں ماں باپ سے پیارے
کہاں ہیں اے مسیحا! وہ تری شفقت کے نظارے

محبت سے ہمیں تیرا بلانا آتا ہے
نگاہیں نیچی اور وہ مسکرانا یاد آتا ہے

ہمیں پہلو میں اے حضرت! بٹھانا یاد آتا ہے
خدا کے نُور کا جلوہ دکھانا یاد آتا ہے

خدا کے عشق کی باتیں سنانا یاد آتا ہے
بوقتِ گفتگو موتی لٹانا یاد آتا ہے

مسیحا! وہ تری پیاری ادائیں یاد آتی ہیں
لب شیریں کی وہ پیاری صدائیں یاد آتی ہیں

وہ آنا حضرت والا کا مسجد میں دریچہ سے
تعال اللہ ! رُخِ تاباں دکھانا وہ دریچہ سے

اذاں سُن کر وہ لانا آپ کا تشریف جلدی سے
نکل آیا ہے گویا چودھویں کا چاند بدلی سے

دلوں میں لہر اٹھتی تھی خوشی کی اور راحت کی
نہ تھی کچھ انتہا اس دم محبت کی مسرّت کی

یہی دل چاہتا تھا آپ پر قربان ہو جائیں
نثار مہدی والا گہر ذی شان ہو جائیں

جب آتے آپ (جامع) نُور سے معمور ہو جاتی
خدائے پاک کے افضال سے بھرپُور ہوجاتی

ہیں یاد آتے ہم کو مولوی عبدالکریم اے دِل
تلاوت کا سبھی پر ان کا وہ لطفِ عمیم اے دِل

تلاوت کیا تھی گویا سحر تھا اعجاز تھا ہمدم
خدا کے عشق کا پوشیدہ اس میں راز تھا ہمدم

نمازیں ختم ہو جاتیں تو پھر دربار لگتا تھا
خوشی کی مے سے پھر ہر جام دل گویا چھلکتا تھا

عجب شان و شکوہ سے مہدی ذیشان بیٹھے ہیں
جلَو میں حضرت والا کے نکتہ دان بیٹھے ہیں

یہی معلوم ہوتا باغ کو گھیرا بہاروں نے
مِہ انور کو جیسے گھیر رکھا ہو ستاروں نے

جو باتیں دین کی اے دوستو ! حضرت سناتے تھے
تو دریا اک حقائق اور معارف کا بہاتے تھے

کلامِ پاک حضرت میں کچھ ایسا درد تھا ہمدم
کہ سننے والے سنتے اور روتے جاتے تھے پیہم

ہمیں شوقِ نماز اے دوستو! اتنا زیادہ تھا
کہ (جامع) اوڑھنا تھا اور (جامع) ہی بچھونا تھا

جو آدھی رات کو بھی (جامع) میں ہم چلے جاتے
سبھی کو سجدہ پیہم میں مصروفِ دُعا پاتے

غرض رہ رہ کے حضرت کا زمانہ یاد آتا ہے
ہمیں گذرا ہوا پیار و فسانہ یاد آتا ہے